سہ ماہی نئی دہلی

خبرنامہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

جلد نمبر: ۱۱ | اپریل تا جون ۲۰۱۷ء | شمارہ نمبر: ۳۰

ایڈیٹر

(مولانا) محمد ولی رحمانی

خط وکتابت کا پتہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

76A /1، مین مارکیٹ اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی - ۲۵

Tel:. 011-26322991, 26314784

E-mail: aimplboard@gmail.com / Web: www.aimplboard.in

پرنٹر و پبلیشر سید نظام الدین نے اصیلہ آفسیٹ پرنٹرس دریا گنج نئی دہلی - ۲ سے چھپوا کر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ 76A /1، مین مارکیٹ اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی - ۲۵ سے شائع کیا

فہرست مضامین

صفحہ	اسمائے گرامی	مضامین	نمبرشمار
۳	(حضرت) مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	پیغام	۱
۵	(حضرت) مولانا محمد ولی رحمانی	ابتدائیہ	۲
۷	مولانا رضوان احمد ندوی	کارروائی اجلاس مجلس عاملہ بورڈ لکھنؤ	۳
۱۴	مولانا سید جلال الدین عمری	اسلام کا عائلی نظام - رحمت ہی رحمت	۴
۱۹	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	اوقاف اور مسلمان	۵
۲۳	محمد فرمان ندوی	بیوہ اور مطلقہ کے ساتھ حسن سلوک	۶
۲۷	مفتی محمد عبداللہ قاسمی	اسلام اور تعدد ازدواج	۷
۳۰	نور جہاں شکیل	مسلم پرسنل لا بورڈ کا تاریخ ساز پچیسواں اجلاس عام	۸
۳۲	ڈاکٹر محمد وقار الدین لطیفی	بورڈ کی سرگرمیوں کا مختصر خاکہ	۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغام

(حضرت مولانا) سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم
صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين وبعد۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے قیام کو تقریباً ۴۵ سال ہو چکے ہیں، اس کے تحت اس مدت میں ملت اسلامی کے اہم دانشور اور علوم دینیہ کی ماہر مسلم شخصیتوں کی سربراہی میں بورڈ نے ملت کے متعدد مسائل حل کرنے میں اہم رول انجام دیا ہے، اور متعدد ایسے معاملات جن کے اثر سے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کے دینی پہلو متاثر ہو سکتے تھے، ان کو دور کرنے کا اہم کام انجام دیا۔

اس ملک میں مسلم ملت اقلیت میں ہونے کے باوجود بڑی تعداد رکھتی ہے، وہ اپنی ملت کی ضرورت کے لحاظ سے اپنے خصوصی معاملات میں ملت کی حیثیت سے اپنا ایک مقام رکھتے ہیں، ان کو اپنے مشترک مذہبی مسائل کو خود دیکھنا اور حل کرنا ہوتا ہے، اور ملک کے سیکولر ہونے کی صورت میں ان کو اپنی قوم کے ذاتی ذرائع سے بھی کام لینا ہوتا ہے جس میں مسلم پرسنل لا بورڈ سے ان کو تعاون ملتا ہے، اور مسلمانوں کا پرسنل لا مذہبی بنیاد کا حامل ہے، جب کہ دوسری قوموں کا پرسنل لا عموماً ان کے رسم ورواج کے تحت آتا ہے، مسلم پرسنل لا مذہبی نوعیت کا ہونے کی وجہ سے گناہ اور ثواب کے اثرات کا حامل ہوتا ہے، جس کا لحاظ مسلمانوں کو ثواب وگناہ کی بنا پر بھی کرنا ہوتا ہے، لہٰذا ان کے لیے اس میں کسی طرح کی تبدیلی یا رکاوٹ قابل قبول نہیں ہو سکتی، ان کے لیے آخرت کی زندگی جزاء وسزا کو پیش نظر رکھنا ہوتا ہے اس سلسلہ میں مسلمانوں کو دار القضاء اور دار الافتاء کا انتظام کرنا ہوتا ہے جو ان کے مذہبی قوانین کے تحت ہی انجام دینا ہوتا ہے، تاکہ خدائی احکام پر عمل کرایا جا سکے۔

اور خود ہندوستان کے دستور کے سیکولر ہونے کی بنا پر اصحاب اقتدار کو کسی کے مذہب میں مداخلت کا اختیار نہیں دیا گیا اور ہر مذہب کے ماننے والوں کو اپنے مذہبی دائرہ میں عمل کرنے کا اختیار دیا گیا ہے، اس کے باوجود مسلمانوں کے اقلیت میں ہونے کیوجہ سے بعض دشواریاں پیش آتی ہیں، ان دشواریوں کو دیکھتے ہوئے ملک کے ممتاز علماء اور دانشور حضرات نے مشترکہ معاملات کو متحدہ سطح سے حل کرنے کے لیے بورڈ کو قائم کیا جس کو وقتاً فوقتاً ان مسائل کا سامنا کرنا ہوتا ہے جو مسلمانوں کے مختلف مسلکوں اور گروپوں کے مشترکہ دائرہ میں آتے ہیں، اور مسلمانوں کی الگ الگ جماعتوں کے مابین اختلافات اس میں حائل نہیں ہوتے، بورڈ کی اس میں کوشش الحمد للہ فائدہ مند ہوتی ہے۔

ملک کی تا حال صورت سیکولر دستور کی اختیار کردہ رہی ہے، ملک کے موجودہ حالات نے جو کروٹ لی ہے، اس میں ایک رجحان سیکولرزم کو ہٹانے کا شروع ہوگیا ہے، اس میں ملک کی اکثریت کی اپنی مذہبی خصوصیت کو دیگر حضرات پر عائد کرنے کی کوشش سامنے آرہی ہے، اور اس میں اقلیتوں کو شبہ ہو رہا ہے کہ مذہبی طور پر اس کا ان کو نقصان پہنچ سکتا ہے، جس کو سامنے رکھتے ہوئے اجتماعی کوشش پر غور کرنے کی ضرورت ہے، لیکن اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے گروہی اختلافات سے بلند ہو کر متفقہ فکر کے ساتھ مسئلہ کو حل کرنے کا طریقہ اختیار کرنے کی کوشش کریں، اور یہ فریضہ بلا اختلاف سب کی توجہ کا ہے، اور یہ بورڈ کے مقاصد میں بھی ہے، اور الحمدللہ بورڈ نے شروع ہی سے دستور کے حوالہ سے اور قانون کے تحت کوشش کی ہے، اور اس کا فائدہ ہوا ہے اور آئندہ بھی یہ مفید رہے گا، اور جہاں تک موجودہ اصحاب اقتدار کے سیکولرزم کے منفی مقاصد کا تعلق ہے اور اس کے اثر سے ملک میں اکثریت کے بعض تعصبی افراد کی طرف سے مذہبی تشدد کا جو اظہار سامنے آنے لگا ہے اس سے مسلمانوں کے ذہنوں میں فکرمندی پیدا ہو رہی ہے اور اس کو آئندہ کے لیے اچھی علامت نہیں سمجھتے، لیکن جمہوری دور میں اور عالمی تعلقات کی صورت میں ضروری نہیں کہ غیر جمہوری منصوبہ کے مقاصد پورے ہوسکیں، اس لیے کہ اب دنیا میں شاہی نظام کا دور ختم ہوگیا ہے جس میں بادشاہ کی رائے پر انحصار رہتا تھا، اب جمہوری اور عوامی نظام عام ہو چکا ہے، اور عالمی سطح پر ملکوں کا ایک دوسرے سے ربط وتعلق قائم ہوگیا ہے، کسی ایک جگہ بادشاہی یا آمرانہ نظام جاری کرنا پہلے کی طرح اب آسان نہیں رہا، ہر ملک دوسرے ملک سے کچھ نہ کچھ جڑا ہوا ہے، اور چھوٹے ملک بڑے ملکوں کے ایک طرح سے زیر اثر ہیں، اس طریقہ سے سب ملک ایک طرح سے عالمی دباؤ میں کام کرتے ہیں، لہٰذا جو ملک سیکولرزم سے ہٹ کر طریقہ اختیار کرنا چاہے گا اس کو دشواریاں پیش آئیں گی، اور وہ من مانی طور پر غیر جمہوری منصوبہ انجام نہیں دے سکتا، ہمارے ملک کے اصحاب اقتدار جو اس طرح کی کسی تبدیلی کا ذہن رکھتے ہیں، ان کو اس بات کو پیش نظر رکھنا ہوگا، اور ان کو جمہوری اور مذہبی آزادی کے طریقہ سے دور جانے سے گریز کرنا ہوگا، خاص طور پر ہندوستان جس میں مختلف نسل، زبان اور مذہب کے لوگ بطور اقلیت بسے ہوئے ہیں، ان کے ساتھ مساویانہ جمہوری طریقہ اختیار کرنا لازمی ہے، اس کے خلاف کرنا خود ملک کی ترقی کے لیے نقصان دہ ہوگا، مسلمان اس ملک میں بڑی اقلیت ہیں اور تعداد اور صلاحیتوں کے اعتبار سے دنیا کے متعدد ملکوں کی اکثریت سے زیادہ ہیں، ان کی اہمیت واثر کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا، ان کو بے چینی میں ڈالنا بھی ملک کی ترقی کے لیے نقصان دہ ہے، ملک کی ترقی کے لیے ان کو ساتھ رکھنا ہوگا، ملک کے تا حال اختیار کردہ طریقہ سے دور جانا مناسب نہیں، مسلمانوں کو بھی تازہ حالات سے زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، ایسے حالات میں جمہوری ذرائع اور ممکنہ افہام وتفہیم کے ذریعہ کو ترجیح دینا ہے، ملک کی اکثریت میں بھی ایسے افراد ہیں جو ملک کے لیے سیکولر نظام کو پسند کرتے ہیں، ان کا تعاون بھی لیا جاسکتا ہے، اور رب العالمین پر بھروسہ رکھتے ہوئے آپسی اتفاق واتحاد کی طرف توجہ کرنا ہوگا اور اعمال صالحہ اختیار کرنے کے ساتھ اللہ تعالی کی طرف سے مدد کی بڑی امید ہے۔

اداریہ

مولانا محمد ولی رحمانی
جنرل سکریٹری بورڈ

انسان کو ''سماجی حیوان'' کہا جاتا ہے، یعنی ایسی مخلوق جو سماجی اور معاشرتی زندگی گزارتی ہو؛ اس لئے انسان کو زندگی کے ہر شعبہ اور میدانِ عمل کے ہر گوشے میں اصول وضوابط کی ضرورت پڑتی ہے، اگر یہ اصول و ضوابط نہ رہیں تو انسانی زندگی بھی جانوروں کی طرح تہذیب وشائستگی اور اخلاقی اقدار سے محروم ہوجائے؛ چنانچہ ان ہی اصول وضوابط کی طرف رہنمائی کے لئے ہر دور میں انبیاء پر احکامِ شریعت نازل ہوتے رہے، اور جو لوگ الہامی قوانین پر ایمان نہیں رکھتے، وہ بھی زندگی گزارنے کے لئے اصول وقوانین وضع کرنے پر مجبور ہوئے، اس طرح کے مختلف قوانین دنیا بھر میں موجود ہیں؛ لیکن اگر کوئی بھی شخص سچائی اور ایمانداری کے ساتھ جائزہ لے گا تو اعتراف کرے گا کہ شریعت اسلامی ہی وہ قانونِ زندگی اور نظام حیات ہے، جو تمام انسانوں کے لئے رحمت ہے؛ جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

ونزلنا اليك الكتاب تبيانا لكل شئى وهدى ورحمة وبشرىٰ للمسلمين (نحل:۸۹) یہ قانون سماج میں محبت اور ہمدردی کا بیج بوتا ہے، خاندان کو جوڑتا ہے، رشتے مضبوط کرتا ہے، ظالم کا ہاتھ تھامتا ہے، اور مظلوموں کو انصاف عطا کرتا ہے، ازدواجی زندگی کو خوشگوار بناتا ہے، اور اگر کسی وجہ سے ایک ساتھ رہنا مشکل ہوجائے تو خوشگوار طریقہ پر رشتہ ختم کرنے کے گُر سکھاتا ہے، شریعت اسلامی کی افادیت ونافعیت ہی کا نتیجہ ہے کہ مختلف قوموں نے اپنے قوانین وضع کرنے میں شریعت اسلامی سے خوشہ چینی کی ہے، جیسے: طلاق، عورتوں کے لئے حق میراث، بیوہ عورت کا نکاح وغیرہ مسائل اس لئے یہ کوئی خوش عقیدگی نہیں ہے؛ بلکہ حقیقت ہے کہ مسلم پرسنل لا معاشرہ کے لئے سب سے زیادہ موزوں، سماجی ضرورتوں کے مطابق اور انسان کے فطری تقاضوں سے ہم آہنگ قانون ہے، ضرورت ہے کہ مسلمان اس کو اپنی زندگی میں نافذ کریں، اس میں خود ہماری بھلائی بھی ہے اور اس طرح ہم شریعت کے خلاف ہونے والے پروپیگنڈوں کا عملی جواب بھی دے سکتے ہیں۔

کسی قوم کو ترقی کے سفر سے روکنے کے لئے ہتھیار کا استعمال ضروری نہیں ہوتا؛ بلکہ ذہنی طور پر الجھا دینا بھی کافی ہوتا ہے، ہندوستان کے فرقہ پرست عناصر اس اصول کو بخوبی سمجھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ وقفے وقفے سے مسلمانوں کو نت نئے مسائل میں الجھانے کی مسلسل کوشش کی جارہی ہے، کبھی تین طلاق کا نام لے کر عورتوں سے ہمدردی جتائی جاتی ہے، کبھی حلالہ کا غلط تصور پیش کر کے شریعت کو بدنام کیا جاتا ہے، کبھی ''بھارت ماتا کی جے'' کا نعرہ لگانے پر مجبور کیا جاتا ہے، کبھی وندے ماترم کے نہ پڑھنے پر ہنگامہ برپا کیا جاتا ہے، کبھی سوریہ نمسکار کی بات کی جاتی ہے، کبھی سوریہ نمسکار کا جواز فراہم کرنے کے لئے یوگا کا سہارا لیا جاتا ہے، اور اس وقت سب سے بڑھ کر گائے کا مسئلہ ہوگیا ہے، یہ عجیب دوعملی ہے کہ بعض ریاستوں میں خود بی جے پی گائے ذبح کرنے کی اجازت دیتی ہے، اور الیکشن کے موقع سے اس کا وعدہ کرتی ہے، بیف کے اکسپورٹ کو جاری رکھتی ہے، جس کے اکثر اکسپورٹر ہندو ہیں، اسی طرح بڑے جانور کی لیدر مصنوعات ہمارے زرمبادلہ کا بڑا ذریعہ ہیں، ان پر کوئی پابندی نہیں لگائی جاتی، بی جے پی کے بعض ذمہ دار لیڈروں نے برسرعام بیان دیا کہ ہم خود بیف کھاتے ہیں، مگر اس پر کوئی کارروائی نہیں کی جاتی، مگر دوسری طرف

گاؤرکھشا کے نام پر درجنوں لوگوں کا بے دردانہ قتل کردیا گیا، یہ سب کچھ ایک منظم منصوبہ کے تحت ہے، جس کا مقصد مسلمانوں کو الجھا کر رکھنا ہے، مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس حقیقت کو سمجھیں اوروقتی حالات کی بنا پر تعلیمی و سیاسی ترقی کے کاموں کو متاثر نہ ہونے دیں۔

اس صورت حال کے تدارک کے لئے دو باتیں بہت ضروری ہیں، ایک یہ کہ مسلمان اپنی صفوں میں اتحاد قائم رکھیں، جب مسلمانوں کی اپنی آواز متحد نہیں ہوتی ہے تو مخالف طاقتوں کو مسئلے کو بگاڑنے کا موقع ملتا اور بہانہ ہاتھ آجاتا ہے؛ اس لئے ضروری ہے کہ جو بھی صورت حال پیش آئے، ہمارا موقف واضح ہو اور تمام لوگ مل کر اس پر جمے رہیں----- دوسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ اِس وقت برسر اقتدار پارٹی نے میڈیا کو پوری طرح خرید لیا ہے، جو کچھ ان سے کہلایا جاتا ہے، وہ کہتے ہیں، اور جو کچھ لکھوایا جاتا ہے، لکھتے ہیں، اس کا نتیجہ ہے کہ برادران وطن میں عمومی طور پر اسلام اور مسلمانوں کے تئیں غلط فہمیاں پیدا کردی گئی ہیں، ہمیں ان غلط فہمیوں کو دور کرنا چاہئے، اس کے لئے برادران وطن کے ساتھ سماجی تعلقات استوار کرنے چاہئیں، مشترکہ اجتماعات رکھنے چاہئیں، سوشل میڈیا کا استعمال کرنا چاہئے، جب تک انصاف پسند غیر مسلم بھائیوں کو ہم اپنے ساتھ نہیں لیں گے، ہماری کوششوں میں وہ قوت پیدا نہیں ہوسکتی، جو موجودہ وقت کی ضرورت ہے؛ اسی لئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے ''دین دستور بچاؤ تحریک'' اور کامن سول کوڈ کی مخالفت کی مہم میں دوسری اقلیتوں کو، دلتوں کو اور سیکولر مزاج غیر مسلم بھائیوں کو اپنے ساتھ لینے کی کامیاب کوشش کی اور اس کے بہتر اثرات مرتب ہوئے، بورڈ ان شاء اللہ آئندہ بھی اسی لائحۂ عمل پر کاربند رہے گا۔

فرقہ پرست عناصر اور اسلام دشمن طاقتیں برابر کوشاں ہیں کہ مسلمانوں میں انتشار پیدا کیا جائے، گزشتہ دنوں تین طلاق کے مسئلہ کو اٹھایا گیا اور اس موضوع کو کچھ اس طرح نمایاں کیا گیا کہ گویا یہی وقت کا سب سے اہم مسئلہ ہے، اس کے پیچھے اصل میں جو مقصد کارفرما تھا، وہ یہ کہ چوں کہ اس مسئلہ میں احناف اور اہل حدیث نیز اہل سنت اور اہل تشیع کے درمیان اختلاف رائے ہے؛ اس لئے اس کو اس قدر بڑھایا جائے کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے الجھ جائیں؛ لیکن مسلم پرسنل لا بورڈ نے اس سازش کو کامیاب ہونے نہیں دیا، اور یہ موقف اختیار کیا کہ اس مسئلہ میں دو الگ الگ نقطۂ نظر پائے جاتے ہیں؛ اس لئے ہر ایک کا فیصلہ اس کے نقطۂ نظر کے مطابق ہونا چاہئے، ایک ہی نقطۂ نظر کو تمام لوگوں پر مسلط نہیں کیا جاسکتا؛ چنانچہ تمام حلقوں کے قائدین نے محتاط بیانات دیے، اور کہا کہ اگرچہ اس مسئلہ میں ہمارے درمیان اختلافِ رائے ہے؛ لیکن ہم آپس میں اس پر تبادلۂ خیال کریں گے، حکومت کو اس میں مداخلت کا موقع نہیں دیں گے؛ اللہ کا شکر ہے کہ اس طرح حکومت اپنے مقصد میں ناکام ہوئی، اور تمام مسلمان بورڈ کے ساتھ کھڑے رہے۔

اس سلسلہ میں جو مقدمہ سپریم کورٹ میں دائر کیا گیا اور جس میں نہ صرف تین طلاق؛ بلکہ پورے پرسنل لا کو نشانہ بنایا گیا ہے، بورڈ نے اس کی بھرپور پیروی کی، قانونی اور شرعی نقطۂ نظر سے ایک پینل تشکیل دیا گیا، بڑے اہم سینئر وکلاء کو بحث کی ذمہ داری دی گئی، اور بحمداللہ انہوں نے بہت اچھی بحث کی، فریق مخالف کے وکلاء نے بھی اس کا اعتراف کیا، ہم امید کرتے ہیں کہ ان شاء اللہ کورٹ کا فیصلہ مسلمانوں کے موقف کے مطابق ہوگا، بہرحال جیسی بھی صورت حال پیش آئے گی، بورڈ اس کی روشنی میں اگلے اقدام کے لئے غور کرے گا۔

قانون شریعت کے تحفظ کے لئے مسلمانوں کے کرنے کا اصل کام یہی ہے کہ وہ خود اپنے آپ پر شریعت کو نافذ کریں، دارالقضاء کے نظام کو تقویت پہنچائیں، شریعت کے احکام اور اس کی مصلحتوں کو خود سمجھیں اور لوگوں کو سمجھائیں، اپنی صفوں میں اتحاد قائم رکھیں اور بورڈ جب بھی آواز دے اس پر لبیک کہیں، اگر ہم نے اس لائحۂ عمل کو مضبوطی سے تھامے رکھا تو ان شاءاللہ کوئی طاقت ہمیں ہمارے مذہبی تشخصات سے محروم نہیں کرسکتی۔

۞۞۞

کارروائی اجلاس مجلس عاملہ بورڈ لکھنؤ

مرتب: مولانا رضوان احمد ندوی

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا دو روزہ اجلاس ۱۶/۱۵/اپریل ۲۰۱۷ء سلیمانیہ ہال دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں درج ذیل اراکین عاملہ نے شرکت کی۔

۱۔ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب صدر بورڈ	لکھنؤ
۲۔ حضرت مولانا ڈاکٹر سید کلب صادق صاحب قبلہ مجتہد نائب صدر بورڈ	لکھنؤ
۳۔ حضرت مولانا سید جلال الدین عمری صاحب نائب صدر بورڈ	دہلی
۴۔ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب جنرل سکریٹری بورڈ	مونگیر
۵۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ	حیدرآباد
۶۔ مولانا محمد فضل الرحیم مجددی صاحب سکریٹری بورڈ	جے پور
۷۔ جناب ظفریاب جیلانی ایڈوکیٹ صاحب سکریٹری بورڈ	لکھنؤ
۸۔ مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی ندوی صاحب	لکھنؤ
۹۔ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب	پٹنہ
۱۰۔ مولانا عتیق احمد بستوی صاحب	لکھنؤ
۱۱۔ مولانا حافظ سید اطہر علی صاحب	ممبئی
۱۲۔ مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب	دہلی
۱۳۔ جناب اسدالدین اویسی صاحب (ایم پی)	حیدرآباد
۱۴۔ مولانا سید ارشد مدنی صاحب	دیوبند
۱۵۔ مولانا احمد بن یعقوب دیولوی صاحب	گجرات
۱۶۔ مولانا خالد رشید فرنگی محلی صاحب	لکھنؤ
۱۷۔ مولانا ڈاکٹر یٰسین علی عثمانی بدایونی صاحب	بدایوں
۱۸۔ جناب ایم عبدالقدیر ایڈوکیٹ صاحب	الہ آباد
۱۹۔ جناب الحاج عارف مسعود صاحب	بھوپال
۲۰۔ جناب ای ابوبکر صاحب	کیرالہ
۲۱۔ جناب کمال فاروقی صاحب	دہلی
۲۲۔ جناب نصرت علی صاحب	دہلی
۲۳۔ مولانا عبدالعلیم بھٹکلی قاسمی صاحب	بھٹکل
۲۴۔ محترمہ ڈاکٹر اسماء زہرا صاحبہ	حیدرآباد
۲۵۔ محترمہ صبیحہ صدیقی صاحبہ	حیدرآباد
۲۶۔ محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ	دہلی

ایجنڈا (۱) کے تحت مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب کی تلاوت کلام پاک سے اجلاس کا آغاز ہوا، سابقہ کارروائی کی توثیق کے بعد جنرل سکریٹری بورڈ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے اپنے افتتاحی کلمات میں ان امور کی طرف متوجہ کیا جو حالیہ عرصہ میں بورڈ نے انجام دیا اور ان مسائل پر گفتگو کی جو اس وقت درپیش ہیں، انہوں نے فرمایا کہ بورڈ کے کلکتہ اجلاس میں خواتین ونگ بنانے کی تجویز پاس ہوئی تھی چنانچہ بورڈ نے رکن بورڈ محترمہ ڈاکٹر اسماء زہرا صاحبہ کی نگرانی میں ویمنس ونگ بنائی ہے جس کے تحت اب تک خواتین کے بہت سے اجلاس ہوئے اور اس کے ایجابی اثرات پڑے ہیں۔

بورڈ کی بنیادی فکر کو مؤثر بنانے کے لئے سوشل میڈیا کا افتتاح ہوا، مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ نے اسکی ذمہ داری قبول کی ہے اور اس کے لئے انہوں نے تین اصحاب کو متعین بھی کیا، یہ کام گرچہ ابھی پورے طور پر منظم انداز میں نہیں چل رہا ہے مگر کسی نہ کسی درجہ میں ہو رہا ہے اور آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا ہے۔

بابری مسجد کی حقیت کے تعلق سے عدالت عظمیٰ نے فریق ثانی سے بات چیت کرنے کی تجویز رکھی، میرا نقطہ نظر یہ ہے کہ بات چیت میں کوئی قباحت نہیں ہے غیر مشروط طریقے سے بات چیت کے لئے تیار رہنا چاہئے، چیف جسٹس نے بات چیت کے ذریعہ مسئلہ کو حل کرنے کا مشورہ دیا ہے، چیف جسٹس کی نگرانی میں بات چیت ہونی چاہئے، اب ہم لوگ منتظر ہیں کہ ان کی طرف سے کوئی پہل ہو ——

سپریم کورٹ میں طلاق ثلاثہ کے تعلق سے حمایت و مخالفت میں مقدمات داخل ہیں، عدالت کی ہدایت کے مطابق ۱۵رصفحات پر مشتمل مزید جواب کا خلاصہ جمع کر دیا گیا ہے، موسم گرما کی تعطیل کے موقعہ پر ۱۱رمئی سے ۵رججوں کی بنچ سماعت کرے گی۔

دارالعلوم دیوبند کے مہتمم صاحب نے مسئلہ سے ناواقف لوگوں کو TV چینلوں پر جانے سے منع کیا، سچی بات یہی ہے کہ اس میں تضحیک تک ہوتی ہے جس سے بُرا تأثر ابھرتا ہے، بورڈ کو بھی اس صورت حال سے واسطہ پڑتا ہے اس سلسلہ میں بورڈ کو بھی کوئی پالیسی اختیار کرنی چاہئے۔ جنرل سکریٹری بورڈ کی اس تمہیدی گفتگو پر اظہار خیال کرتے ہوئے سکریٹری بورڈ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے کہا کہ میڈیا کا جانبدارانہ رویہ واضح ہے اس پس منظر میں مہتمم صاحب کا بیان بہتر ہے، مگر مجبوری یہ ہے کہ میڈیا والے مختلف شخصیات اور جماعتوں کے ذمہ داروں سے سوال کریں گے اور انہیں جواب دینے پر مجبور کیا جائے اس لئے میرا خیال ہے کہ میڈیا میں گفتگو کرنے والوں کا ایک تربیتی پروگرام ہونا چاہئے جہاں طریقہ کار اور لائحہ عمل طے ہوجائیں، جہاں تک بیرون عدالت مصالحت کی بات ہے تو وہ دائرے میں ہی ہو تو بہتر ہے کیونکہ بابری مسجد کا مسئلہ اصولی طور پر مسجد کا معاملہ ہے اگر ایک مسجد پر مصالحت کر لی گئی تو کئی مساجد ہمارے ہاتھوں سے نکل جائیں گی، ہاں اگر حکومت جابرانہ طریقے پر یا عدالت انصاف کی بنیاد پر کوئی فیصلہ صادر کردے تو ہم اللہ کے یہاں جوابدہ نہیں ہیں۔

طلاق ثلاثہ میں صاحبین کے مسلک پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے کہ اگر نکاح کے وقت فریقین کی رضامندی سے یہ طے کرلیا جائے کہ مثلاً عام حالات میں ۲۰رہزار اور تین طلاق دینے پر ایک لاکھ مہر دینا ہوگا تو اس طرح کے مشروط مہر کو قبول کرنے میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے۔ ملک کے پس منظر میں اس پر غور کرکے کوئی فیصلہ کرنا چاہئے۔

محترمہ ڈاکٹر اسماء زہرا صاحبہ نے کہا کہ طلاق ثلاثہ کے مسئلہ کو میڈیا بہت اچھالتا ہے حالانکہ مسلمانوں میں اس کا تناسب دوسرے فرقوں کے مقابلہ کم ہے جب سے بورڈ نے Help Line کا نظام بنایا ہے اب تک ۱۶رہزار بہنوں سے بات چیت میں اندازہ ہوا کہ وہ علیحدگی کی بات نہیں کرتی ہیں بلکہ اس مسئلہ کا عادلانہ و منصفانہ حل چاہتی ہیں۔ اسلئے ہمارے علماء کرام طلاق کے شرعی طریقوں سے مسلمانوں کو واقف کرائیں تاکہ وہ میڈیا کے پروپیگنڈے سے گمراہ نہ ہوں، انہوں نے میڈیا سیل اور میڈیا اسپوک پرسن بنانے کی بھی تجویز رکھی۔ محترمہ صبیحہ صدیقی صاحبہ نے گراؤنڈ لیول پر کام کرنے کی ضرورت بتاتے ہوئے خواتین کی رہنمائی کرنے کا مطالبہ کیا۔ مولانا خالد رشید فرنگی محلی صاحب نے بلاوجہ تین طلاق دینے والوں پر مالی جرمانہ عائد کرنے کی تجویز رکھی تاکہ ملک کے مسلمانوں میں اچھا پیغام پہونچ سکے۔ جناب اسدالدین اویسی صاحب نے کہا کہ طلاق ثلاثہ کے سلسلہ میں کچھ طریقہ کار سامنے آنا چاہئے اگر سماجی بائیکاٹ کا فیصلہ کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے اس سے تین طلاق کی شرح کم ہوگی، انہوں نے کہا کہ بابری مسجد قضیہ کے لئے ہم عدالت کے فیصلوں کا ہی انتظار کریں بات چیت مسئلہ کا حل نہیں ہے، مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب نے کہا کہ تین طلاق کو روکنے کی جو تدبیریں آرہی ہیں وہ قابل قدر ہیں اسلام اسکو ایک قابل سزا جرم تصور کرتا ہے، وقت آگیا ہے کہ بورڈ کوئی واضح موقف اختیار کرے۔ حالیہ دنوں میں یوپی کی نئی حکومت نے مسلم خواتین سے تین طلاق کا جائزہ لینے کی کوشش شروع کی ہے جس کا وہ غلط فائدہ اٹھائے گی، اور جہاں تک بابری مسجد کا مسئلہ ہے تو یہ مذہبی کم اور سیاسی زیادہ ہے اور اس وقت اس مسئلہ پر بہت زیادہ خاموش رہنے کی ضرورت ہے بلکہ حکیمانہ انداز سے معاملہ کو حل کیا جائے، جناب کمال فاروقی صاحب نے کہا کہ میڈیا کو اپنے لئے استعمال کریں اس سے فرار نہ اختیار کریں اگر بورڈ کے پاس اپنا میڈیا سیل ہو تو اس سے ملت کو بڑا فائدہ پہونچے گا، طلاق ثلاثہ کے تعلق سے ائمہ مساجد کے نام بورڈ کا پیغام جانا چاہئے۔ مولانا ڈاکٹر یٰسین علی عثمانی بدایونی صاحب نے کہا کہ میڈیا کے پروپیگنڈہ سے متاثر ہوکر ہم اپنے موقف میں کوئی لچک پیدا نہ کریں ورنہ لوگوں میں غلط پیغام جائیگا۔ جہاں تک بابری مسجد کی حقیت کے مسئلہ پر گفت وشنید کی بات ہے تو ماضی کے تجربات کی روشنی میں کہہ سکتا ہوں کہ بات چیت کرنا بے سود ہے عدالت کا جو فیصلہ ہو اسی کو ہم لوگ تسلیم کریں۔ مولانا سید جلال الدین عمری صاحب نائب صدر بورڈ نے کہا کہ اس وقت ہم لوگوں نے بہت سے مسائل چھیڑ دیئے اگر نمبر وار مسئلہ پر گفتگو ہو تو کسی نتیجہ پر پہونچنے میں آسانی ہوگی۔ میڈیا ہمارا ایک فریق بن چکا ہے اور اس کا صرف مقصد تصویر کو بگاڑنا ہے اس تناظر میں دارالعلوم کے مہتمم صاحب کا بیان اور میڈیا کے روبرو ہونے پر پابندی معنی خیز ہے، جہاں تک طلاق کا معاملہ ہے تو وہ عام طور پر جہالت کی وجہ سے دیا جاتا ہے اگر ہم نے مہر کی مقدار بڑھادی تو عملی دشواری پیدا ہوگی اسلئے ایسی کوئی صورت نہ اختیار کی جائے کہ عورت ظلم وزیادتی برداشت کرتی رہے اور طلاق

سے چھٹکارا نہ پا سکے کبھی مرد اور کبھی عورت فوراً علیحدگی چاہتی ہے اگر ہم نے بندش لگادی تو انتظار کرنا دشوار ہوگا اور پھر نئے مسائل پیدا ہوں گے۔ جناب عبدالقدیر ایڈوکیٹ صاحب نے کہا کہ جولوگ طلاق ثلاثہ کی مخالفت کر رہے ہیں وہ دراصل اسلام کو مجروح کر رہے ہیں طلاق انتہائی مجبوری میں دی جاتی ہے اور جہاں تک بابری مسجد کے مسئلہ کا حل بیرون عدالت کرنے کی بات ہے تو چیف جسٹس نے اپنے مصالحتی بیان سے رجوع کرلیا ہے کیونکہ بات کرنے کا مقصد مندر پر راضی ہوجانا ہے اور یہ ممکن نہیں ہے، جناب ظفریاب جیلانی صاحب نے کہا کہ جنرل سکریٹری بورڈ نے بابری مسجد کے مسئلہ پر بہت محتاط بیان دیا ہے ہم لوگ اس کا خیر مقدم کرتے ہیں کہ اگر بات چیت احتیاط کے ساتھ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے، جو لوگ بلا وجہ تین طلاق دیدیتے ہیں ان کا سماجی بائیکاٹ کرنے سے دور رس نتائج سامنے آئیں گے۔ مولانا عتیق احمد بستوی صاحب نے کہا کہ جولوگ یہ کہتے ہیں کہ مذاکرات سے دعوت کا پہلو اجاگر ہوتا ہے مجھے اس سے اتفاق نہیں اسلئے ہمارے اکابرین نے جو فیصلہ کیا ہے وہ ملت کے مفاد میں بہتر ہے۔ بے جا طلاق پر تعزیر کی جاسکتی ہے البتہ سماجی بائیکاٹ کرنے پر کیا کوئی قانونی پیچیدگی پیدا ہوسکتی ہے، وکلاء اصحاب اس پہلو پر روشنی ڈالیں، دوسری بات یہ ہے کہ سزا کون دے گا اس پر بھی غور ہونا چاہئے۔ جنرل سکریٹری بورڈ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے فرمایا کہ بورڈ کی طرف سے جو درخواست دی گئی ہے اس میں تعزیر مالی کو ظاہر نہیں کیا گیا ہے، درخواست میں طلاق کی شناعت اور اس کے طریقے بتلائے گئے ہیں، ہم لوگوں نے مقدمہ کی پیروی کے لئے تین سینئر وکیل کو مقرر کیا ہے ان میں ایک جناب کپل سبل صاحب ہیں اور دوسرے جناب راجو راماچندرن صاحب اور تیسرے جناب یوسف حاتم مچھالا صاحب ہیں۔ مولانا سید ارشد مدنی صاحب نے کہا کہ طلاق کے متعلق 90% مسائل سامنے آتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اس مسئلہ کو ہم پورے طور پر عوام کو نہیں سمجھا سکے اور بڑی تعداد ایسے لوگوں کی بھی ہے جو جمعہ تک میں نہیں آتے ہیں درآنحالیکہ شادی ہر کوئی کرتا ہے اسلئے نکاح نامہ میں ہی اسکی وضاحت ہوجائے اور طلاق کا شرعی طریقہ بتلادیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب نے کہا کہ طلاق ثلاثہ سے متعلق دو پہلو ہیں ایک پہلو تو وہ جو عدالت میں ہے اور بورڈ پوری طرح نمائندگی کر رہا ہے اور دوسرا اس کا سماجی پہلو ہے اس کی شناعت کے موضوع پر اصلاح معاشرہ پروگرام میں گفتگو ہو، ملک کے دارالافتاء سے کچھ پتے جات حاصل کر کے سروے کیا جائے تاکہ اصلاح معاشرہ تحریک میں کام آسکے، ہم نے ایک سروے کرایا تھا تو معلوم ہوا کہ خانگی اختلاف کی وجہ سے ہر سال ۸؍ ہزار عورتوں کا قتل ہوجاتا ہے، ۲۱؍ ہزار عورتیں گھریلو تشدد سے تنگ آکر خودکشی پر مجبور ہوجاتی ہیں یہ اعداد وشمار دوسرے طبقوں میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔ جناب اسدالدین اویسی صاحب نے کہا کہ سپریم کورٹ کا کام فیصلہ دینا ہے Mediation کرنا نہیں ہے جب تک دونوں فریق ثالثی کے لئے راضی نہ ہوں بات چیت فضول ہے۔ مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب نے کہا کہ بورڈ کے ایک رکن نے وزیر اعظم کو مصالحتی بات چیت کیلئے خط لکھا ہے جس میں کچھ علماء کے نام بھی تائید میں دیئے گئے ہیں اسلئے ہم لوگوں کو بہت سوچ سمجھ کر قدم رکھنا چاہئے۔ ان تمام مباحث کی روشنی میں طے کیا گیا کہ:

۱۔ بابری مسجد قضیہ کے سلسلہ میں بورڈ عدالت سے اپیل کرتا ہے کہ وہ تیز رفتاری کے ساتھ مقدمہ کی سماعت کرے اور جلد سے جلد زمین کی حقیت کے سلسلہ میں اپنا فیصلہ صادر کرے کیونکہ پچھلے تجربات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ کورٹ کے فیصلہ کے سوا اس مسئلہ کا اور کوئی حل نہیں ہے اور بورڈ اپنے اس موقف پر قائم ہے کہ کورٹ کا جو فیصلہ ہوگا وہ ہمیں قبول ہوگا۔

۲۔ طلاق کے مسئلہ میں شریعت کا موقف واضح ہے کہ بے جا طلاق دینا اور ایک ساتھ تین طلاق دینا درست طریقہ نہیں ہے، شریعت نے اس سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے اس لئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ ایک وسیع عوامی تحریک چلائے گا کہ بلا وجہ طلاق نہ دی جائے اور ضرورت پڑ جائے تو ایک سے زیادہ طلاق نہ دی جائے اور تین طلاق ایک ساتھ ہرگز نہ دی جائے۔ اس بات کو مسلمانوں کے تمام طبقات تک اور بالخصوص غریب آبادیوں تک پہونچانے کی کوشش کی جائے اور مساجد کے ائمہ وخطباء سے خاص طور پر مدد لی جائے گی۔

۳۔ مجلس عاملہ نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ جولوگ ایک ساتھ تین طلاق دے دیتے ہیں جن سے مسائل پیدا ہوتے ہیں ایسے حضرات کا مسلمانوں کو بائیکاٹ کرنا چاہئے، یہ سماجی بائیکاٹ طلاق کی تعداد کو مزید کم کرنے میں معاون ثابت ہوگا۔

۴۔ اجلاس نے نکاح وطلاق کے سلسلہ میں شریعت کے مزاج کو سامنے رکھتے

ہوئے ایک ضابطہ برائے زن وشو بھی جاری کیا ہے جس میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ میاں بیوی کے اختلاف کو باہمی گفتگو سے دور کرنا چاہیئے، اگر آپسی طور پر معاملہ طے نہ ہو تو دونوں خاندان کے بزرگوں کو مل کر نزاع دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے اگر مصالحتی تدبیریں نتیجہ خیز نہ ہوں تب طلاق دینی چاہیئے اور وہ بھی صرف ایک طلاق۔

☆☆☆

مجلس عاملہ کی دوسری نشست

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی دوسری نشست ۱۶/اپریل ۲۰۱۷ء کو صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب کی صدارت میں صبح ۱۰ بجے سے شروع ہوئی۔

جنرل سکریٹری بورڈ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے میاں بیوی کے اختلاف کے وقت طلاق کے طریقہ کار کے مسودہ کی خواندگی کی اور اس کی مختلف دفعات پر اظہار رائے کرنے کی دعوت دی، اس مسودہ میں مہر کی رقم دوگنی کرنے اور سماجی بائیکاٹ کرنے جیسے معاملات پر ارکان کے قیمتی آراء آئے، جناب کمال فاروقی صاحب، جناب اسدالدین اویسی صاحب، مولانا عتیق احمد بستوی صاحب، مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب، مولانا سید اطہر علی صاحب نے نکاح کے وقت شرط کو نا قابل عمل قرار دیا، مولانا سید جلال الدین عمری صاحب نے موجودہ سماجی حالات میں اسکو نا ممکن بتایا اور کہا کہ خود ان کے خاندان کے لوگ کھڑے ہوجائیں گے پھر اس کے غلط اثرات پڑیں گے، جناب عبدالقدیر ایڈوکیٹ صاحب نے کہا کہ سماجی بائیکاٹ کرنے میں کوئی قانونی پیچیدگی نہیں اسلئے اسکو باقی رکھا جائے تا کہ سماجی دباؤ بنا رہے اور مسلمانوں میں خود اعتمادی بھی پیدا ہو، مولانا سید اطہر علی صاحب، مولانا عبدالعلیم بھٹکلی صاحب، محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ، محترمہ صبیحہ صدیقی صاحبہ نے تعزیری طور پر اس دفعہ کو باقی رکھنے کی تجویز پر زور دیا۔ اس پہلو پر کافی بحث ومباحثہ کے بعد طے پایا کہ مہر کے اضافہ والی دفعہ حذف کردی جائے اور سماجی بائیکاٹ کی دفعہ کو باقی رکھا جائے چنانچہ ارکان نے طریقہ طلاق کے سلسلہ میں درج ذیل ہدایت نامہ کو منظور کیا۔

ہدایات برائے زن وشوہر بوقت اختلاف

تجویز۵ بابت طریقہ کار طلاق

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ متفقہ طور پر ہندوستانی مسلمانوں سے توقع کرتا ہے کہ وہ طلاق کی بابت شریعت اسلامی پر عمل کرنے کو یقینی بنائیں گے۔ اسلامی شریعت کی نظر میں نکاح ایک مستقل اور پائدار رشتہ ہے۔ لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان آپسی اختلافات اس قدر شدید ہوجاتے ہیں کہ نباہ ممکن نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں دونوں کا ایک دوسرے سے جدا ہونا ہی بہتر ہوتا ہے۔ اس کے لئے اسلامی شریعت نے جو طریقہ بتایا ہے اس میں ایک طریقہ طلاق ہے۔ لیکن طلاق دینے سے پہلے آپس کے تعلقات کو استوار کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے۔

طلاق کے سلسلہ میں درج ذیل ہدایات پر عمل کیا جائے:

۱۔ اگر شوہر و بیوی میں اختلافات پیدا ہوجائیں تو پہلے وہ خود آپسی طور پر ان اختلافات کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔ اور دونوں اس بات کو سامنے رکھیں کہ ہر انسان میں کچھ کمزوریاں ہوتی ہیں اور بہت سی خوبیاں ہوتی ہیں۔ لہٰذا شریعت کی روایت کے مطابق ایک دوسرے کی غلطیوں کو درگزر کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

۲۔ اگر اس طرح بات نہ بنے تو عارضی طور پر قطع تعلق کیا جاسکتا ہے۔

۳۔ اگر یہ دونوں طریقے ناکام ہوجائیں تو دونوں خاندانوں کے باشعور افراد مل کر مصالحت کی کوشش کریں، یا دونوں طرف سے ایک ایک ثالث مقرر کرکے (RECONCILIATION AND ARBITRATION) باہمی اختلافات کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے۔

۴۔ اگر اس کے باوجود بات نہ بنے تو بیوی کی پاکی کی حالت میں شوہر ایک طلاق دے کر چھوڑ دے، یہاں تک کہ ایام عدت گزر جائیں۔ عدت کے دوران اگر موافقت پیدا ہوجائے تو شوہر رجوع کرلے اور پھر دونوں میاں بیوی کی طرح زندگی گزاریں۔ اگر عدت کے دوران شوہر نے رجوع نہیں کیا تو عدت کے بعد خود ہی رشتہ نکاح ختم ہوجائے گا اور دونوں نئی زندگی شروع کرنے کے لئے آزاد اور خود مختار ہوں گے۔ اگر بیوی اس وقت حاملہ ہوگی تو عدت کی مدت حمل ختم ہونے تک جاری رہے گی۔ طلاق دینے کی صورت میں شوہر کو عدت کا خرچ دینا ہوگا اور مہر باقی ہو تو وہ بھی فوراً ادا کرنا ہوگا۔

۵۔ اگر عدت کے بعد مصالحت ہوجائے تو باہمی رضامندی سے نئے مہر

کے ساتھ دونوں تجدید نکاح کے ذریعہ اپنے رشتے کو بحال کر سکتے ہیں۔

۶۔ دوسری صورت یہ ہے کہ بیوی کی پا کی کی حالت میں شوہر ایک طلاق دے پھر دوسرے ماہ دوسری طلاق دے اور تیسرے ماہ تیسری طلاق دے۔ تیسری طلاق سے پہلے اگر مصالحت ہو جائے تو شوہر رجوع کر لے اور سابقہ رشتہ نکاح کو بحال کر لے۔

۷۔ اگر بیوی شوہر کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی ہے تو وہ خلع کے ذریعے اس رشتہ کو ختم کر سکتی ہے۔

۸۔ مسلم سماج کو چاہئے کہ جو شخص ایک ساتھ تین طلاق دے اس کا سماجی بائیکاٹ کریں، تا کہ ایسے واقعات کم از کم ہوں۔

ایجنڈا (۵) کے تحت دستخطی مہم کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے جنرل سکریٹری بورڈ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے فرمایا کہ مسلم پرسنل لا کے سلسلہ میں گذشتہ دنوں بورڈ نے جو دستخطی مہم چلائی تھی وہ بیحد کامیاب رہی۔ 4,83,47,596 دستخط جمع ہوئے ان میں عورتوں کے 2,73,56,934 دستخط ہوئے اور مردوں کے 2,09,90,662 دستخط ہوئے۔ مالیگاؤں، دہلی، ممبئی، پٹنہ اور برونی کو سینٹر بنایا گیا، دستخط کی کاپی اسکین کرا کر صدر جمہوریہ، وزیر اعظم، وزیر قانون ہند اور لاکمیشن کو دی گئی، اس کے علاوہ خواتین والے فارم کو مذکورہ ذمہ داران حکومت کے ساتھ ساتھ خواتین کمیشن کو بھی بھیجا گیا، اسکے ساتھ ساتھ بہت سارے افراد اور اداروں نے دستخط شدہ پرفورما کو اسکین کرا کر براہ راست بھی مذکورہ بالا پتوں پر بھیجا۔ جو مجموعی طور پر لاکھوں میں ہے۔ بورڈ کا ایک اعلیٰ سطحی وفد ۱۳/اپریل ۲۰۱۷ء کو لاکمیشن آف انڈیا کے چیرمین جناب جسٹس بلبیر سنگھ چوہان سے ملا اور ان سے کہا کہ مسلمان قانون شریعت میں تبدیلی کو برداشت نہیں کریں گے کیونکہ مسلمانوں کو آئین اور قانون کی دفعات ۲۵، ۲۶، اور ۲۹ کے تحت اپنے مسلک اور مذہب پر زندگی گذارنے کا پورا حق ہے، لاکمیشن نے کہا کہ رائے عامہ کے خلاف کمیشن کوئی سفارش نہیں کرے گا۔

جناب کمال فاروقی صاحب نے کہا کہ بورڈ سوشل میڈیا کا ایک گروپ بنائے اور اس کے لئے لوگوں کو Network سے جوڑا جائے۔ جناب اسدالدین اویسی صاحب نے کہا کہ جدید ٹیکنالوجی سے بھی فائدہ اٹھایا جائے فیس بک اور یوٹیوب کے ذریعہ بھی ہم اپنے پیغام کو عام کریں، محترمہ ڈاکٹر اسماء زہرا صاحبہ نے کہا کہ اگر مقامی ارکان بورڈ، بورڈ کے پیغام کو عام کرنے کے لئے علاقائی سطح پر اشتہارات کے اخراجات برداشت کریں تو کام آسانی کے ساتھ آگے بڑھ سکتا ہے۔

جنرل سکریٹری بورڈ نے کہا کہ سپریم کورٹ میں دائر مقدمات کے لئے ماہر وکلاء کی مختلف میٹنگیں ہوچکی ہیں، پروفیسر فیضان مصطفیٰ ایڈوکیٹ صاحب، جناب محمد طاہر ایم حکیم ایڈوکیٹ صاحب اور جناب جسٹس سید شاہ محمد قادری صاحب کی نگرانی میں حیدرآباد میں دن بھر میٹنگ ہوئی اس کے بعد جناب راجو راماچندرن اور جناب کپل سبل صاحب سے ملاقات ہوئی، جناب اعجاز مقبول ایڈوکیٹ صاحب، جناب ایم آر شمشاد ایڈوکیٹ صاحب، مولانا نیاز احمد فاروقی ایڈوکیٹ صاحب اور جناب یوسف حاتم مچھالا صاحب جیسے وکلاء سے قانونی نکات پر گفت وشنید ہوچکی ہے ان تیاریوں کے ساتھ ہم لوگ آگے بڑھ رہے ہیں۔ جناب اسدالدین اویسی صاحب اور جناب ظفریاب جیلانی صاحب نے عدالتی بحث اور اس موضوع پر سپریم کورٹ کے فیصلہ کے بعد فوراً عاملہ کی میٹنگ طلب کرنے کی تجویز رکھی اور اس کے لئے جنرل سکریٹری بورڈ کو مجاز گردانا کہ وہ صدر بورڈ سے مشورہ کے بعد تاریخ طے کریں۔

تجویز ۶ :

''بورڈ کی مجلس عاملہ کا یہ اجلاس جنرل سکریٹری بورڈ کو مجاز گردانتا ہے کہ طلاق ثلاثہ سے متعلق زیر سماعت مقدمہ کی کامیابی کے لئے ایسی حکمت عملی اختیار کریں جس سے شرعی موقف کی بالادستی قائم رہے اور حق و انصاف کی بنیاد پر فیصلہ صادر ہو۔''

اصلاح معاشرہ تحریک کو وسعت دینے کی تجویز رکھتے ہوئے جنرل سکریٹری بورڈ نے کہا کہ اصلاح معاشرہ کمیٹی کے کاموں کو صوبہ اور اضلاع کی سطح پر منظم کیا جائے اور حسب ضرورت صوبائی، علاقائی اور ضلعی سطح پر کمیٹیاں بنائی جائیں، جہیز اور عورتوں پر ظلم، رحم مادر میں لڑکیوں کا قتل، طلاق، میراث کے شرعی اصولوں کے مطابق تقسیم وغیرہ کو شامل کرتے ہوئے تمام سماجی برائیوں کے خلاف ایک مؤثر اور وسیع تحریک چلائی جائے ـــــ اس تجویز پر ارکان نے یہ رائے دی کہ زمینی سطح تک تحریک کو پہونچایا جائے جسکے لئے جنرل سکریٹری صاحب کی تجویز سے مکمل اتفاق ہے۔

دارالقضا کمیٹی کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے مولانا عتیق احمد بستوی صاحب نے بتایا کہ بورڈ کے اجلاس کلکتہ (نومبر ۲۰۱۶ء) کے بعد ملک کے مختلف

مقامات پر چار نئے دارالقضا قائم ہوئے۔ (۱) دارالقضا نالہ سوپارہ ممبئی (۲) دارالقضا باندہ یوپی (۳) دارالقضا جھانسی (۴) دارالقضا جے پور راجستھان میں سرگرم عمل ہیں۔ اس طرح بورڈ کی نگرانی میں اب تک ۵۳/دارالقضا قائم ہو چکے ہیں ۹/مقامات پر قیام دارالقضا کی درخواستیں آئی ہیں انشاء اللہ جائزہ کے بعد اگلی کارروائی ہوگی، جلگاؤں اور اجین سے بھی دو دو درخواستیں آئی ہیں ان دونوں مقامات کے تفصیلی جائزہ کی ضرورت ہے، کنویز دارالقضا کمیٹی نے بتایا کہ دارالقضا کمیٹی کوشش کرتی ہے کہ بورڈ کی نگرانی میں قائم دارالقضا کا سال میں ایک بار جائزہ ضرور لے لیا جائے اس کے لئے آرگنائزر کمیٹی نے صوبہ مہاراشٹر اور گوا کے دارالقضا کا جائزہ لیا ہے اور دوسرے دارالقضا کے جائزے کا کام چل رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ تربیت قضا کے کیمپس بھی لگائے جارہے ہیں، لکھنؤ، جے پور، برہان پور سے تربیت قضا کیمپ کرانے کی پیش کش ہے انشاء اللہ ارکان کمیٹی اور ذمہ داروں سے مشورے کے بعد مجوزہ کیمپوں کی تاریخیں طے کی جائیں گی ——

جناب کمال فاروقی صاحب نے کہا کہ قیام دارالقضا کی رفتار تیز ہونی چاہئے اور کنویز صاحب کی رپورٹ میں مقدمات کی نوعیت اور زیر کارروائی فیصلوں کی پوزیشن کی تفصیل بھی درج ہو تو مناسب رہے گا، انہوں نے کہا کہ مہاراشٹر میں بہت سے فرضی دارالقضا قائم ہیں اور وہاں سے صادر ہونے والے فیصلوں کے منفی اثرات پڑ رہے ہیں اس لئے دارالقضا کے کنوینر کو اختیار دیا جانا چاہئے کہ وہ اس طرح کے دارالقضا پر بندش عائد کرنے کے لئے قانونی طریقے سے کارروائی کریں اگر بورڈ اقدام کرے گا تو اس کا فائدہ ہوگا، مولانا عتیق احمد بستوی صاحب نے کہا کہ دارالقضا کے کام کو جس قدر خاموشی سے کیا جائے بہتر ہے ورنہ چنئی کی عدالت نے وہاں کے نظام قضا پر سخت ریمارکس کیا ہے۔ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب نے کہا کہ دارالقضا کی کارروائی مکمل ہونے کے بعد فیصلہ کے لئے ایک مدت متعین ہونی چاہئے اور رپورٹ میں یک سالہ کارکردگی کا جائزہ بھی پیش ہونا چاہئے، انہوں نے سال میں ایک مرتبہ تمام اصحاب قضاۃ کی میٹنگ رکھنے کی بھی تجویز پیش کی انہوں نے اپیل کے مقدمات کی درخواستوں پر جلد کارروائی کرنے پر توجہ دلائی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے کہا کہ فیصلہ میں تاخیر مقدمہ کی نوعیت یا کثرت کی وجہ سے ہوتی ہے اس لئے الگ الگ ہدایت دی جاسکتی ہے، سماعت مکمل ہونے کے بعد کتنے دنوں میں فیصلہ ہونا چاہئے اس پر توجہ دینی ضروری ہے، ڈاکٹر اسماء زہرا صاحبہ نے دارالقضا کے تعلق سے Help Line سے مدد لینے کی تجویز رکھی، کنویز دارالقضا کمیٹی مولانا عتیق احمد بستوی نے دارالقضا کے لئے ضابطۂ عمل کا مسودہ پیش کیا یہ مسودہ اس سے پہلے اجلاس عاملہ جلگاؤں اور مذاکرہ علمی پٹنہ میں پیش کیا گیا تھا جس کی بعض دفعات کی وضاحت اور ترمیم و تنسیخ کی تجویز آئی تھی جو کہ مکمل کر لی گئی ہے اب اسکی طباعت پر غور کیا جانا چاہئے۔ چنانچہ مجلس عاملہ نے طے کیا کہ:

تجویز ۷ :

''آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے قائم کردہ نیز اس سے ملحق دارالقضا کے لئے جو ضابطۂ عمل مرتب کیا گیا ہے اس کی دفعات اور ملک کے موجودہ قانونی دفعات کے تناظر میں اسکی افادیت کے پہلو پر غور کر لیا جائے اس کے لئے جناب ظفریاب جیلانی صاحب ایڈکیٹ، جناب عبدالقدیر ایڈوکیٹ صاحب اور مولانا عتیق احمد بستوی صاحب ایک ماہ کے اندر تسوید و اصلاح فرما کر اپنی رپورٹ مرکزی دفتر دہلی میں جمع کردیں۔ اس کے بعد طبع کرایا جائے۔ یہ بھی طے پایا کہ دارالقضا کے نظام کو مزید پھیلایا جائے اور ضلع و تحصیل کی سطح تک خاندانی تنازعات کے حل کے لئے ایسے سنٹر قائم کئے جائیں——''۔

تفہیم شریعت ورکشاپ کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے کنویز و سکریٹری بورڈ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے کہا کہ کلکتہ اجلاس بورڈ کے بعد حیدرآباد، بنگلور اور لکھنؤ کے بعد چوتھا ورکشاپ ۲۴، ۲۵/دسمبر ۲۰۱۶ء کو اورنگ آباد میں ہوا، ۸، ۹/اپریل ۲۰۱۷ء کو جے پور میں ہوا، اس طرح یک روزہ پروگرام ۱۴/جنوری ۲۰۱۷ء کو ترکیسر گجرات میں اور انشاء اللہ ۱۶/اپریل ۲۰۱۷ء کو لکھنو میں ہوگا۔ اس کے علاوہ اندور، پھلت وغیرہ میں بھی خصوصی پروگرامس ہوئے، اس عرصہ میں ناگپور اور گوا میں تفہیم شریعت کمیٹی بنائی گئی اور عیدالفطر کے بعد گجرات، مدھیہ پردیش، آسام، پٹنہ میں تفہیم شریعت کے ۴/تربیتی ورکشاپ رکھنے کا منصوبہ ہے وہاں کے ذمہ داروں سے رابطہ کے بعد کوئی تاریخ طے کی جائیگی، بحمد للہ بورڈ کی طرف سے تفہیم شریعت کے موضوع پر کئی کتابچے بھی طبع ہوکر خاص و عام تک پہونچائے گئے اور مقامی زبانوں میں ترجمہ کے لئے رابطہ جاری ہے۔ کنویز تفہیم شریعت کی رپورٹ کے بعد اجلاس عاملہ نے طے کیا کہ:

تجویز ۸ :

''تفہیم شریعت کی خدمت کو مزید وسعت دی جائے اور سمینار وسمپوزیم کے علاوہ سوشل میڈیا کا بھی اس مقصد کے لئے استعمال کیا جائے''۔

ایجنڈا (۴) کے مطابق مسلم ویمنس ونگ اور ہلپ لائن کی کارکردگی رپورٹ پیش کرتے ہوئے محترمہ ڈاکٹر اسماء زہرا صاحبہ نے کہا کہ بورڈ کے کلکتہ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا تھا کہ مسلم ویمنس ونگ قائم کیا جائے چنانچہ جنرل سکریٹری بورڈ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی نگرانی میں ورکشاپ کے ذریعہ اس کام کی ابتداء ہوئی، پہلا ورکشاپ ۲۹؍دسمبر ۲۰۱۶ء کو حیدرآباد میں ہوا جس میں جنرل سکریٹری بورڈ نے کلیدی خطاب کیا اس ورکشاپ میں ملک بھر سے ۱۰۰؍سے زائد خواتین مندوبات شریک ہوئیں، دوسرا ورکشاپ ۲۲؍جنوری ۲۰۱۷ء کو ممبئی میں ہوا جس میں ۱۵۰؍مندوبات نے شرکت کی، تیسرا ورکشاپ ۴؍فروری ۲۰۱۷ء کو لکھنؤ میں ہوا، چوتھا ۱۹؍فروری کو کلکتہ میں اور پانچواں چار روزہ ورکشاپ جے پور میں ہوا ان تمام ورکشاپوں میں ہماری بہنوں نے اور خاص کر خاتون ارکان بورڈ نے بھرپور حصہ لیا اور اپنے خطاب سے استفادہ کا موقع فراہم کیا، اس کے علاوہ نئی دہلی، دیوبند، آسنسول، گوا، سنبھل، رام پور، اندور اور جے پور میں کامیاب اصلاح معاشرہ کانفرنسیں ہوئیں، جنمیں ہزاروں خواتین وطالبات نے شرکت کیں۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے یکم دسمبر ۲۰۱۶ء سے مسلم ویمن ہلپ لائن کا آغاز کیا اور ۱۵؍اپریل تک ملک کے مختلف گوشوں سے 15506 فونس آئے جہاں عائلی مسائل سے متعلق سوالات کے جوابات دیئے گئے اور ایسا محسوس ہوا کہ یہ کام ہمیں بہت پہلے ہی شروع کرنا چاہئے تھا، ڈاکٹر اسماء زہرا صاحبہ نے Help Line کے ذریعہ رہنمائی کرنے والے مسائل کی فہرست بھی سنائی جس پر ارکان نے اطمینان کا اظہار خیال کیا اور محترمہ اسماء زہرا صاحبہ کے کاموں کی ستائش کرتے ہوئے کہا کہ بورڈ کوشش کرے گا کہ خواتین کے ذریعہ، خواتین کے درمیان اصلاح معاشرہ کے اس کام کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہونچایا جائے، طے پایا کہ بہنوں کے لئے صوبائی اور مقامی کمیٹیاں بھی بنائی جائیں اور پورے احتیاط کے ساتھ اس کام کو آگے بڑھایا جائے۔

تجویز ۹ :

''یہ بھی طے ہوا کہ میڈیا سیل کے لئے ایک کمیٹی بنائی جائے اور اس کے لئے ایک پروجیکٹ تیار کیا جائے اسکی ذمہ داری جناب کمال فاروقی صاحب کو دی جاتی ہے کہ وہ جس قدر جلد ممکن ہو اس کام کو مکمل کر کے جنرل سکریٹری بورڈ کی خدمت میں پیش کریں''

اجلاس کے اختتام پر صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ تاریخ کے ہر دور میں علماء کرام نے ملت کی صحیح قیادت کی اور پیش آمدہ مسائل پر شرعی موقف کو واضح کیا جس سے ملت کو روشنی ملتی رہی ہے لیکن اس وقت ملک کے حالات ماضی کے حالات سے مختلف ہیں جو لوگ اقتدار اور منصب کی کرسیوں پر فائز ہیں وہ ملک کے جمہوری قدروں کو کمزور کرنے اور یہاں کے اقلیتی طبقات کے حقوق کو سلب کرنے کی جدوجہد کر رہے ہیں ایسے نازک حالات میں ہماری ذمہ داری بڑھ جاتی ہے کہ ہم اتحاد اور فکری ہم آہنگی کے ساتھ ملی مسائل کو حل کریں اور خیر امت ہونے کی حیثیت سے اپنا قائدانہ کردار ادا کریں۔ اللہ کے فضل وکرم سے ہمارے اسلاف نے بورڈ جیسا متحدہ ومتفقہ پلیٹ فارم امانت کے طور پر عطا کیا ہے اور اس بورڈ نے ہر نازک موقعہ پر ملت کو سہارا دیا ہے اور اس وقت بھی یہ بورڈ قیادت کے فرائض منصبی کو اچھی طرح ادا کر رہا ہے ہم سب کے لئے باعث مسرت ہے کہ اس وقت بہت سے قیمتی مشورے آئے، خواتین کی سرگرمیاں اور تحفظ شریعت کے لئے ان کی کامیاب جدوجہد سے اندازہ ہوا کہ بورڈ صحیح رخ پر کام کر رہا ہے، اقلیتی طبقات کے لئے ضروری ہے کہ وہ حکمت وتدبر سے مشکل مسائل کو حل کرے سیاست میں نئے چہرے آتے رہتے ہیں ہمیں امت کی بقا کے لئے ٹکراؤ کی راہ سے گریز کرتے ہوئے دستوری اعتبار سے اپنے حقوق کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے۔ صدر بورڈ نے امید ظاہر کی کہ طلاق ثلاثہ اور بابری مسجد کی حقیت کے مسئلہ پر منصفانہ فیصلہ ہوگا اور ہمارے موقف کی تائید ہوگی، اللہ ہماری مدد فرمائے اور اس دین متین کو قائم ودائم رکھے، آخر میں صدر بورڈ کی دعاء پر مجلس اختتام کو پہنچی۔

صدر بورڈ محترم کی دعا کے بعد پریس کانفرنس بھی ہوئی جس میں جنرل سکریٹری بورڈ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب، جناب ظفریاب جیلانی صاحب سکریٹری بورڈ کے علاوہ مولانا خالد رشید فرنگی محلی صاحب، جناب کمال فاروقی صاحب، جناب مولانا ڈاکٹر یٰسین علی عثمانی صاحب اور محترمہ ڈاکٹر اسماء زہرا صاحبہ نے میڈیا کو بورڈ کے فیصلوں سے آگاہ کیا اور ان کے سوالات کا مثبت و معقول جواب بھی دیا۔

۞۞۞

اسلام کا عائلی نظام- رحمت ہی رحمت

مولانا سید جلال الدین عمری (نائب صدر بورڈ)

اسلام کے عائلی نظام کو ہم 'مسلم پرسنل لا' کہتے ہیں۔اس میں نکاح، طلاق، خلع ، نان ونفقہ، وراثت ، وصیت ، رضاعت اور حضانت وغیرہ شامل ہیں۔حضانت کا مطلب یہ ہے کہ میاں بیوی الگ ہوگئے تو بچوں کی پرورش کون کرے گا؟ بچے اگر چھوٹے ہیں تو ان کی پرورش کا ذمہ دار کون ہوگا؟اس طرح کے بہت سے مسائل اس کے اندر آتے ہیں۔اس کا تعلق میاں بیوی سے بھی ہے، ماں باپ سے بھی اور اولاد سے بھی ، بھائی بہن سے بھی ہے اور دوسرے رشتہ داروں سے بھی۔سب کے حقوق اور ذمہ داریاں قرآن وحدیث میں بیان ہوئے ہیں۔میاں بیوی کے کیا حقوق ہیں، ماں باپ کے کیا حقوق ہیں؟ ان کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟ رشتے داروں کے کیا حقوق ہیں؟ان کے درمیان کیا تعلق ہے؟ میاں بیوی کا تعلق اصل میں محبت والفت کا تعلق ہے۔اسی لیے اس کا جوڑا بھی اسی سے بنایا گیا ہے۔اس کے جذبات بھی ٹھیک اسی طرح کے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے کہیں ایسا نہیں کیا ہے کہ کسی دوسری مخلوق کو انسان کا جوڑا بنا دیا ہو۔

شریعت کے ان احکام کا تعلق، خواہ میاں بیوی سے ہو یا ماں باپ سے، اولاد سے ہو یا بھائی بہن سے یا دوسرے قریبی رشتہ داروں سے، ان کے سلسلے میں قرآن میں بہت تفصیل آئی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی وضاحت کردی ہے۔اس وقت سے اب تک کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا کہ ان پر عمل نہ ہوا ہو۔ جب نماز فرض ہوئی ، روزہ فرض ہوا، زکوۃ کے احکام آئے ، حج کے احکام آئے ، اس وقت سے مسلسل آج تک ہر آدمی ان پر عمل کررہا ہے۔ٹھیک اسی طرح پرسنل لا پر بھی عمل ہوتا رہا ہے۔

بعض اوقات یہ خیال کیا جاتا ہے کہ پرسنل لا کا مسئلہ میاں بیوی کا انفرادی مسئلہ ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ یہ مسئلہ پورے خاندان سے متعلق ہے۔قرآن وحدیث نے نماز روزے کی طرح ان کی بھی پابندی کا حکم دیا ہے۔جب سے یہ احکام آئے ہیں، کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا ہے کہ اس پر عمل نہ ہوا ہو۔اس پر عمل اس وقت بھی ہوا ہے جب مسلمان اقتدار میں تھے اور اس وقت بھی اس پر عمل ہوا جب وہ اقتدار میں نہیں تھے۔اس پر عمل عرب میں بھی ہوا اور جب مسلمانوں کی حکومت عرب سے باہر قائم ہوئی وہاں بھی ہوا۔عراق میں ہوا، مصر اور شام میں ہوا، فلسطین میں ہوا، بلکہ ساری دنیا میں ہوا۔آج بھی اس پر ان ممالک میں عمل ہورہا ہے جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں اور ان ممالک میں بھی ہورہا ہے جہاں وہ اقلیت میں ہیں، جیسے ہندوستان یا وہ مغربی ممالک جہاں وہ دو چار فیصد ہیں۔کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہم یہاں دو فیصد ہیں، اس لیے نماز نہیں پڑھیں گے، یا روزے نہیں رکھیں گے، یا اس میں ترمیم کریں گے، گرمی کا موسم ہے تو روزے دوسرے مہینے میں رکھ لیں گے۔زکوٰۃ ایک ٹیکس ہے، نہیں دیں گے۔اس طرح کی باتیں کوئی نہیں کہہ سکتا۔مسلمان کہیں بھی رہے اور کسی بھی حال میں رہے، اقتدار میں رہے یا اقتدار کے باہر رہے، وہ ان عائلی احکام کا پابند ہے۔ان کی اسی طرح تاکید کی گئی ہے، جس طرح نماز روزے کی تاکید کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں جہاں عائلی احکام بیان کیے گئے ہیں، کہا گیا ہے کہ یہ حدیں ہیں، ایک مسلمان کو ان کے اندر رہنا ہوگا، ان سے آگے وہ نہیں بڑھ سکتا۔ ایک جگہ تقسیم وراثت کے اصول بیان ہوئے ہیں، اس کے آگے فرمایا:

''یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں۔جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اسے اللہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور ان باغوں میں وہ ہمیشہ رہے گا اور یہی بڑی کامیابی ہے'' (النساء:۱۳)

انسان کے لیے اس سے بڑی کامیابی اور کیا ہوسکتی ہے کہ جب وہ اس دنیا سے جائے تو ہمیشہ جنت میں رہے۔ اس کے بعد فرمایا:

''اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کی گئی حدوں سے تجاوز کرے گا، اسے اللہ جہنم کی آگ میں ڈالے گا، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے رسوا کن سزا ہے۔ (النساء:۱۴)

یہاں وراثت کا قانون بیان ہوا ہے۔ اللہ نے اس کے حدود بیان کردیے ہیں۔ جو شخص ان سے آگے بڑھے گا یا ان میں ترمیم کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں ڈال دے گا، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ یہ سزا اس شخص کے لیے ہے، جو احکام الٰہی کا منکر ہے۔ جو شخص ان احکام کو اللہ کی طرف سے مانتا ہے، لیکن عملاً کوتاہی کرتا ہے، اسے سزا کے بعد جہنم سے نکال دیا جائے گا، اس کے لیے ابدی جہنم نہیں ہے۔ ایک جگہ احکام طلاق کے بعد فرمایا:

''یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں، ان سے تجاوز نہ کرو اور جو لوگ حدودِ الٰہی سے تجاوز کریں، وہی ظالم ہیں۔ (البقرہ:۲۲۹)

اللہ تعالیٰ نے طلاق کا طریقہ بیان کردیا ہے۔ یہ اللہ کا قانون ہے اور اس کی قائم کردہ حد ہے۔ جو اللہ کی حد کو توڑے گا، وہ دوسرے کو کیا نقصان پہنچائے گا؟ خود اپنا ہی نقصان کرے گا۔ آدمی سوچتا ہے کہ اس نے بیوی کا حق نہیں دیا، رشتہ داروں کا حق مارلیا، بچوں کا حق مارلیا، بھائی بہن کا حق مارلیا تو اس نے بڑی کامیابی حاصل کرلی۔ قرآن کہتا ہے کہ نہیں! دوسروں کی تباہی ہوئی ہے یا نہیں، یہ بعد میں دیکھیں گے، یاد رکھو سب سے پہلے تم خود تباہ ہوجاؤ گے۔

جن قوموں نے اللہ کے احکام کی نافرمانی کی، اللہ نے ان کا بڑا سخت حساب لیا اور وہ تباہ کردی گئیں۔ اس لیے کوئی قوم یہ نہ سوچے کہ ہم اللہ کی نافرمانی کرکے اس کے عذاب سے بچ جائیں گے۔ سورۂ طلاق میں بات ختم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''کتنی ہی بستیاں ہیں جنہوں نے اپنے رب اور اس کے رسولوں کے حکم سے سرتابی کی تو ہم نے ان سے سخت محاسبہ کیا اور ان کو بری طرح سزا دی۔ انہوں نے اپنے کیے کا مزا چکھ لیا اور ان کا انجام کار گھاٹا ہی گھاٹا ہے۔''

(الطلاق:۷-۸)

اس لیے کوئی قوم اور کوئی آبادی یہ نہ سمجھے کہ اللہ کے احکام کی نافرمانی کرکے وہ بچ جائے گی۔ یہ تنبیہ اسی لیے کی گئی کہ ان احکام کی پابندی آدمی اسی طرح کرے جس طرح ان کا پابند کیا گیا ہے۔ لوگوں کو آج کل نماز روزے کی پابندی تو بڑی آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے، لیکن دوسرے احکام کے بارے میں وہ سمجھتے ہیں کہ ان پر عمل کے معاملے میں وہ آزاد ہیں۔ کہا گیا کہ نہیں، قومیں تباہ ہوچکی ہیں اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے، اس لیے اگر تم دنیا میں زندہ رہنا چاہتے ہو تو اللہ کے احکام کے پابند رہو۔ یہ احکام پوری تفصیلات کے ساتھ قرآن میں بیان ہوئے ہیں۔

اس ملک میں مسلمانوں کے بہت سارے مسائل ہیں۔ ان کا سب سے بڑا مسئلہ تو یہی ہے کہ یہاں ان کی جان مال اور عزت وآبرو محفوظ رہے، فسادات نہ ہوں۔ یہاں چھوٹی چھوٹی باتوں پر فسادات ہورہے ہیں اور مسلمانوں کی جانیں لی جارہی ہیں۔ ایسے ایسے مسائل میں مسلم نوجوانوں کو گرفتار کیا جارہا ہے جن کا کوئی ثبوت نہیں ہوتا۔ وہ برسوں جیل میں پڑے رہتے ہیں، تب پتہ چلتا ہے کہ وہ بے گناہ تھے۔ کوئی نوجوان بیس برس کی عمر میں جیل گیا، پھر دس بارہ برس بعد کہا جاتا ہے کہ یہ تو بے گناہ تھا۔ اس کی تعلیم ختم ہوگئی، اس کا کیریر ختم ہوگیا، آئندہ تعلیم جاری رکھنا اس کے لیے مسئلہ ہے۔ اس کی وجہ سے پورے گھر والے پریشان ہوگئے۔ ماں باپ پریشان ہوئے، بیوی بچے پریشان ہوئے۔ اس طرح کے اور بھی بے شمار مسائل ہیں۔ سچر کمیٹی نے بتایا ہے کہ مسلمان بہت سے معاملات میں دلتوں کے برابر آگئے ہیں۔ مسلمانوں کی معاشی صورت حال بہت خراب ہے۔ تعلیم کے لحاظ سے وہ دوسروں سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ معاشی اور تعلیمی پہلو سے بھی وہ سب سے پچھلی صف میں ہیں۔ نوکریوں میں بھی ان کا اوسط برائے نام ہے۔ ریزرویشن کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو ہنگامہ کیا جاتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اقلیتوں کے لیے ابھی تلنگانہ میں بارہ فیصد کا مطالبہ کیا گیا تو ہنگامہ ہوگیا۔ ایسے ہی تمل ناڈو میں برائے نام ریزرویشن ہے، اس پر بھی ہنگامہ ہورہا ہے۔ کرناٹک میں ریزرویشن ہے تو اس کو بھی ختم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ مسلمانوں کے بہت سے مسائل ہیں۔ ان سب کو چھوڑ کر کہا جاتا

ہے کہ مسلمان اپنے پرسنل لا پر عمل کر رہے ہیں، اس لیے وہ پیچھے ہیں۔

یہ بات پوری قوت کے ساتھ سامنے آنی چاہیے کہ مسلمان یہاں تعلیم میں، معیشت میں اور دوسرے میدانوں میں پیچھے رہ جائیں گے تو یہ ملک کبھی ترقی نہیں کرسکتا۔ ان سب باتوں کو نظر انداز کر کے کہا جا رہا ہے کہ مسلمان اپنے پرسنل لا سے چمٹے ہوئے ہیں، اس لیے پیچھے ہیں۔ اگر یہ پرسنل لا پر عمل کرنا چھوڑ دیں تو گویا آگے ہوجائیں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہمارا کچھ دین تو مسجدوں میں ہے اور کچھ گھروں میں ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ وہ گھروں سے بھی نکل جائے۔ اگر ہمارے بچے یہ سمجھ لیں کہ یہ دین باپ دادا تک تھا، اب اس پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے، تو پھر یہ دین ختم ہوجائے گا۔ آپ کی کوئی پہچان نہیں رہے گی۔ آپ کی شادی دوسرے لوگوں کی طرح ہوگی اور میاں بیوی میں جدائی بھی اسی طرح ہوگی اور آپ کی وراثت بھی اسی طرح سے تقسیم ہونے لگے گی۔ پھر آپ کی کوئی پہچان ہی نہیں رہے گی۔ ساری دنیا میں یہ کوشش ہورہی ہے کہ مسلمانوں کو ہر طرح سے الگ تھلگ کردیا جائے۔ حکومت اور اقتدار ان کے ہاتھ میں نہ رہے اور وہ اقتدار میں ہوں تو ہمارے اشارے پر چلتے رہیں۔ اس میں وہ کام یاب ہیں۔ انہیں پریشانی ہے کہ مسجد سے اور گھر سے ان کا دین نہیں نکل رہا ہے۔ وہ اسے نکالنا چاہتے ہیں۔ بس اس کوشش میں یہ سارے لوگ لگے ہوئے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ اس کو نکالنے کے بعد آپ کی کوئی پہچان نہیں رہے گی۔

آپ جانتے ہیں کہ آپ کے ہاں نکاح کا ایک طریقہ ہے۔ لیکن کورٹ یہ کہتا ہے کہ لڑکا اور لڑکی ایک ساتھ رہ رہے ہیں تو یہ شادی شدہ ہیں۔ ان کا ساتھ رہنا ان کی نظر میں شادی شدہ ہونے کے لیے کافی ہے۔ 'لومیرج' کے نام پر یا کسی اور نام پر اگر دونوں ساتھ رہ رہے ہیں تو وہ شادی شدہ ہیں۔ اس سے جو اولاد ہوگی وہ بھی صحیح اولاد ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے یہ نکاح نہیں ہے۔ اس لیے ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ اگر اسلام کا نظامِ خاندان ختم ہوا تو پھر اس ملک میں ہماری کوئی پہچان باقی نہیں رہے گی۔ اس لیے اس بات کی کوشش کرنی چاہیے اور دنیا کو بھی بتانا چاہیے کہ مسلمانوں کے پرسنل لا کی کیا اہمیت ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو ان کا مذہبی تشخص ختم ہوجائے گا۔

طلاق کے مسئلے کو اس طرح پیش کیا جا رہا ہے کہ یہ مسلمانوں کا بہت بڑا مسئلہ ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں میں لاکھوں میں کوئی ایک واقعہ طلاق کا ہوتا ہے۔ وہ غلط ہے یا صحیح ہے؟ اس کا فیصلہ تو مسلمان کریں گے۔ مسلمانوں نے اپنے پرسنل لا پر ہر دور میں عمل کیا ہے۔ انگریزوں کے دور میں بھی یہاں مسلمانوں کے پرسنل لا پر عمل ہوتا رہا ہے۔ ۱۹۳۷ء میں ایک ایکٹ پاس ہوا، جس میں کہا گیا کہ اگر دونوں فریق (یعنی مقدمہ دائر کرنے والے) مسلمان ہیں تو ان کے درمیان شریعت کے قانون کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ اگر اس میں کہیں کوتاہی ہوتی تھی تو بتایا جاتا تھا کہ اس میں ہمارا قانون یہ ہے، چنانچہ اس کے مطابق اصلاح ہوجاتی تھی۔ یہی بات ہمارے دستور میں بھی تسلیم کی گئی ہے کہ یہاں کے ہر گروہ کو اپنے پرسنل لا پر عمل کرنے کا حق حاصل ہے۔ وہ نہ صرف اس پر عمل کرسکتے ہیں، بلکہ اسے پھیلا بھی سکتے ہیں، اس کی تبلیغ بھی کرسکتے ہیں۔ یہ تمام حقوق یہاں کے دستور نے دیے ہیں۔

اگر کوئی مسلمان اپنے پرسنل لا پر عمل کرتا ہے تو وہ کوئی خلافِ دستور کام نہیں کرتا، بلکہ اسی دستور کے اندر رہ کر کام کرتا ہے۔ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ہندوستان کا ایک دستور ہے۔ مسلمانوں نے یہ نیا دستور کہاں سے نکال لیا؟ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ مسلمانوں نے کوئی دستور نہیں نکالا، بلکہ ملک کے دستور نے جو حق انھیں دیا ہے اس پر عمل کر رہے ہیں۔ ملک کے دستور نے خود تسلیم کیا ہے کہ یہاں کی ہر کمیونٹی کو اپنے پرسنل لا پر عمل کرنے کا حق ہے۔ ہم اس پر عمل کر رہے ہیں۔ اس کے خلاف اگر جائیں تب آپ کہہ سکتے ہیں کہ کوئی دوسرا قانون ہم بنا رہے ہیں۔ یہ بات سمجھانے کی ضرورت ہے اور پورے زور اور قوت کے ساتھ بیان کرنے کی ضرورت ہے۔

بہت سے غیر مسلم یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان اس ملک میں ہیں تو دستوری لحاظ سے انہیں اپنے پرسنل لا پر عمل کرنے کا حق ہے، لیکن ان کو سوچنا چاہیے کہ آج کے دور میں ان کا پرسنل لا نہیں چل سکتا۔ اس میں بڑی ناانصافیاں ہیں۔ عورت کو اس کا حق نہیں دیا گیا ہے اور مرد کو زیادہ دیا گیا ہے۔ وراثت میں بھائی کا حصہ زیادہ ہے اور بہن کا حصہ کم ہے، یا شوہر کا زیادہ اور بیوی کا کم ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو خود سوچ کر اپنے پرسنل لا میں ترمیم کرلینی چاہیے۔ ایک مرتبہ ایک صاحب نے مجھ سے سوال کیا: ایک

مسلمان نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، اب وہ کہاں جائے گی؟ کیا کرے گی؟ کیسے زندگی گزارے گی؟ میں نے کہا: میں ایک سوال کرتا ہوں، اس کا جواب دیجیے۔ میاں بیوی میں بڑی محبت تھی، دونوں ایک دوسرے پر جان دیتے تھے، کوئی پریشانی نہیں تھی، لیکن معلوم ہوا کہ اچانک شوہر کا ایکسیڈنٹ ہوگیا، یا ہارٹ اٹیک ہوگیا، اب عورت کہاں جائے گی؟ انہوں نے کہا کہ یہ تو دوسرا مسئلہ ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں، میرے سوال کا جواب دیجیے۔ طلاق سے عورت الگ ہوجاتی ہے، اس طرح بھی تو وہ الگ ہوئی۔ مسلمان ان احکام پر چودہ سو سال سے عمل کر رہے ہیں۔ اس طرح کی صورت حال صرف آج ہی نہیں پیش آ رہی ہے، اس سے پہلے بھی تو آتی رہی ہے۔ میں نے کہا کہ فرض کیجئے، ایک عورت کے ساتھ اس طرح کا حادثہ پیش آیا، شوہر نے اسے طلاق دے دی، یا ایکسیڈنٹ ہوگیا اور وہ مرگیا، اب دو صورتیں ہیں: ایک صورت تو یہ ہے کہ وہ عورت سروس میں ہے، ٹیچر یا لکچرر ہے، یا کوئی اور کام کر رہی ہے، اس کے پاس کوئی پیشہ ہے، یا باپ دادا کی پراپرٹی ہے، وراثت میں اسے دکان یا مکان ملا ہے، یا کسی انڈسٹری میں اس کا شئیر ہے، جس سے اس کی آمدنی ہو رہی ہے، یا اس کی کوئی کھیتی باڑی ہے، جس کے ذریعہ سے آمدنی ہو رہی ہے، تب تو گویا اس کا مسئلہ حل ہوگیا، اس کے لیے تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ کہاں جائے گی؟ ہر مہینے اسے ایک لاکھ روپے مل رہے ہیں۔ دوسری شکل یہ ہے کہ اس کی شادی ہوجائے، آپ تو جوان عورت کی بات کر رہے ہیں! ہمارے ہاں بیوہ کی شادی آسانی سے نہیں ہوتی۔ یہ غلط کام ہے۔ جس کی طلاق ہوگئی اس کی بھی شادی نہیں ہوتی، یہ بھی غلط کام ہے۔ فرض کیجئے، وہ شادی کے لیے تیار ہوگئی، اس کی شادی ہوگئی، تو اس کا مسئلہ بھی حل ہوگیا۔ شوہر اس کی تمام ضروریات پوری کرے گا۔ دنیا میں ایسا بہت کم ہوگا کہ عورت کے زندہ رہنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوگا تو پھر وہ اپنے ماں باپ کے پاس چلی جائے گی۔ وہ اس کے کھانے پینے کا انتظام کریں گے، اس کی شادی بھی کرائیں گے۔

آج مسلم معاشرے کی موجودہ صورت حال یہ ہے کہ مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ اسلامی تعلیمات سے ناواقف ہے۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ نہ انہیں دین کا علم ہے نہ دنیا کا۔ شہروں میں تو شاید کچھ حالت بہتر ہے، لیکن دیہاتوں میں مسلمانوں کو دیکھ کر یہ بھی اندازہ نہیں ہوتا کہ وہ مسلمان ہیں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کسی بھی چیز کا انہیں علم نہیں ہے۔ حد تو یہ ہے کہ بہت سے لوگ کلمۂ طیبہ کے معنیٰ ومفہوم سے بھی واقف نہیں ہیں۔ بس عید اور بقرعید میں وہ لوگ اپنے مسلمان ہونے کا کچھ مظاہرہ کر دیتے ہیں۔

اس صورت حال میں ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ان لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے آشنا کرائیں اور ان کو حقوق اللہ اور حقوق العباد سے واقف کرائیں۔ والدین، بچوں، اعزاء واقارب کے حقوق سے بھی واقف کرائیں اور انہیں ان باتوں پر عمل کرنے کے لیے آمادہ کریں۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کی قرآن کریم میں بہت تاکید آئی ہے۔ انسان جب بڑا ہوجاتا ہے تو وہ اپنے والدین کی شفقتوں اور محبتوں کو بھلا دیتا ہے کہ انہوں نے اسے کتنی مصیبتوں اور مشقتوں سے پالا پوسا ہے۔ وہ تو بس اپنے بیوی بچوں میں مست رہتا ہے۔ ایسے لوگوں کو قرآن کریم نے متنبہ کیا ہے۔ اس نے حکم دیا کہ اگر والدین بوڑھے ہوجائیں تو ان کے ساتھ بہترین سلوک کرو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہوکر رہیں تو انہیں اف تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑک کر جواب دو، بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو اور نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کرو: پروردگار! ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت وشفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔'' (الاسراء: ۲۳-۲۴)

ایک حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وہ شخص ناکام ونامراد ہوا جسے اس کے ماں باپ یا ان دونوں میں سے کوئی ایک ملا اور پھر بھی وہ اپنی مغفرت نہ کرواسکا۔'' (مسلم) اللہ تعالیٰ نے والدین کی خدمت کر کے اسے جنت میں جانے کا موقع دیا، لیکن اس نے اس موقع کو کھو دیا۔ اس سے بڑا نامراد شخص کون ہوسکتا ہے؟

سماج اور معاشرے میں بہت سے لوگ والدین کی نافرمانی کرتے ہیں یا انہیں نظر انداز کر دیتے ہیں۔ انہیں بھی اس معاملے پر تنبیہ کی جائے اور والدین کی اہمیت کو سمجھایا جائے۔ ایک صحابیٔ رسول نے اللہ کے

رسولﷺ سے پوچھا: میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تیری ماں۔انہوں نے پوچھا:اس کے بعد؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: تیری ماں۔تیسری مرتبہ انہوں نے پھر پوچھا:اس کے بعد؟ آپؐ نے ارشادفرمایا: تیری ماں۔چوتھی مرتبہ انہوں نے پھر پوچھا:اس کے بعد؟ تب آپؐ نے فرمایا: تیراباپ۔(بخاری ومسلم)

بچوں کی پرورش میں ماں اور باپ دونوں شریک ہوتے ہیں، لیکن حمل کی تکلیف برداشت کرنا، ولادت کی تکلیف برداشت کرنا، دودھ پلانے کی تکلیف برداشت کرنا،ان میں باپ شریک نہیں ہوتا۔

اسلام نے عدل اور مساوات کا حکم دیا ہے۔اس نے تمام لوگوں کوان کے حقوق عطا کیے ہیں اور کسی کے ساتھ بھی ناانصافی کا معاملہ نہیں کیا ہے۔میاں بیوی کے حقوق، والدین کے حقوق، بھائی بہن کے حقوق،سب کوشریعت نے واضح الفاظ میں بیان کردیا ہے۔

بہت سے مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ آج بچوں کو دینی تعلیم بالعموم نہیں ملتی۔ جب وہ ڈھائی سال کے ہوتے ہیں تو نرسری کے حوالے کردیے جاتے ہیں۔ ہائی اسکول، گریجویشن اور ڈاکٹریٹ تک انہیں دینی تعلیم نہیں دی جاتی۔ بچے اسکول جاتے ہیں، وہاں تو اللہ اوراس کے رسولﷺ کا ذکر ہی نہیں ہوتا۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے بچوں کو اسلامی تعلیم سے واقف کرائیں۔اگرایسانہیں کیا تو اللہ تعالیٰ ہم سے اس تعلق سے سوال کرے گا۔اس وقت ہم کیا جواب دیں گے؟ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بچاؤ اپنے آپ کواوراپنے اہل و عیال کواس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔'' (التحریم:٦)

ہمیں اپنی اولاد کی دینی تربیت اور دینی تعلیم کی فکر بھی کرنی چاہیے۔ہم اس پہلو سے بہت کوتاہ ہیں۔ہمیں اس بات کی تو بہت فکر ہے کہ ہمارابیٹا ڈاکٹر، انجینیر اور آرکیٹیکٹ کیسے بنے گا اور کہاں اسے اچھی سے اچھی جاب ملے گی؟ ہندوستان میں رہے گا یا امریکہ، انگلینڈ، امارات، کنیڈا یا افریقہ میں رہے گا؟ لیکن آخرت میں ان کی کامیابی کے لیے فکر مند نہیں ہیں۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اسلامی تعلیمات سے انہیں واقف کرائیں اوراسلام کی جو کچھ بھی معلومات ہمیں حاصل ہیں،ان تک پہنچانے کی کوشش کریں، انہیں دینی تعلیم سے آراستہ کریں، ان کو ان کے حقوق اور ذمہ داریوں سے آگاہ کریں۔اصلاً تو یہ کام والدین اور سرپرستوں کے کرنے کا ہے۔اگر وہ اس میں کوتاہی کررہے ہیں تو مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسی کمیٹیاں بنائیں، جوان نوجوان مسلمانوں کی کونسلنگ کرسکیں۔اگر آپ نے یہ طریقہ اختیار نہیں کیا تو موجودہ تعلیم کے ماحول میں اس بات کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ لوگ اسلامی تعلیمات سے واقف ہوں گے۔

موجودہ وقت میں تعلیم عام ہورہی ہے۔بعض بڑے شہروں میں تو غیر تعلیم یافتہ لوگوں کی شرح بہت کم ہے، ان میں کیرلہ، چنئی وغیرہ شامل ہیں۔ایسی صورت حال میں جہاں ہم بہت سی دوسری باتوں کی فکر کرتے ہیں وہیں ہمیں اس بات کی بھی فکر کرنی چاہیے کہ بچوں کی صحیح اسلامی کونسلنگ ہو، تاکہ وہ اسلامی تعلیم سے واقف ہوسکیں۔الحمدللہ اس تعلق سے اسلامی لٹریچر بھی موجود ہے، اس کے ذریعہ بھی اسلامی تعلیمات کو سمجھا جاسکتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس تعلق سے سنجیدہ ہوں اور کوئی سسٹم اختیار کریں تب جاکر صحیح معنوں میں ہم انہیں تعلیم دے سکیں گے۔

جماعت اسلامی ہند نے جو مہم شروع کی ہے، مسلمانوں کی جتنی تنظیمیں ہیں، سب نے اس کی تائید کی ہے اور اسے بروقت اقدام قرار دیا ہے۔ جماعت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ پندرہ دن تک ہم پورے ملک میں اس کا ایک ساتھ احساس دلائیں گے، تاکہ اس کے حق میں ایک خوش گوار ماحول بنے، پرسنل لا کی اہمیت محسوس کی جائے اور اس پرعمل کا جذبہ پیدا ہو۔حکومت اور اسلام دشمن لوگوں نے طلاق کا دامن پکڑلیا ہے اور اسی کو لے کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ہم لوگوں کو طلاق کے بارے میں بھی سمجھائیں گے، اس کے صحیح طریقہ سے انھیں روشناس کرائیں گے۔اس کے لیے ایک طویل مدت درکار ہے، تب جاکر ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکیں گے۔

اوقاف اور مسلمان

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (سکریٹری بورڈ)

اسلام میں جیسے اللہ تعالیٰ کی عبادت وبندگی کو خصوصی اہمیت حاصل ہے،اسی طرح انسانوں کی مدد کی بھی بڑی اہمیت ہے؛اسی لئے نماز،روزہ کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ وصدقۂ فطر کے احکام بھی دئے گئے ہیں، اگر انسان سے کوئی کوتاہی ہوجائے تو اس کی تلافی کے لئے مالی کفارہ یعنی فقراء ومساکین کو کھانا کھلانے اور کپڑے پہنانے کی بھی گنجائش رکھی گئی ہے، مثلاً اگر کسی نے جان بوجھ کر روزہ توڑ دیا ہو تو اس کے بدلہ اسے ساٹھ روزے رکھنا ہوگا،یا ساٹھ مسکین کو کھانا کھلانا ہوگا،گویا روزہ جیسی عبادت اور مسکین کو کھانا کھلانا دونوں کا اجر برابر ہے،صدقہ وانفاق کی ایک صورت تو یہ ہے کہ وقتی طور پر کسی ضرورت مند کی ضرورت پوری کردی جائے،جیسے کسی بھوکے کو کھانا کھلا دیا،کسی کو کپڑے کی ضرورت تھی،اس کو کپڑا بنادیا،کسی مریض کا علاج کرادیا،دوسری صورت یہ ہے کہ ایسا کارخیر کیا جائے کہ جس کا نفع بہت سے لوگوں کو پہنچے،اور بہت دنوں تک پہنچتا رہے،اگرچہ یہ دونوں ہی صورتیں اجر وثواب کی ہیں؛لیکن دوسری صورت میں زیادہ اجر ہے؛اس لئے کہ جس چیز کا نفع جتنے لوگوں کو پہنچے گا اور جتنی دیر تک پہنچتا رہے گا،اسی قدر زیادہ اس کا اجر وثواب بھی ہوگا۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:جب انسان کا انتقال ہوجاتا ہے تو اس سے عمل کا رشتہ کٹ جاتا ہے،سوائے تین صورتوں کے: صدقۂ جاریہ،ایسا علم جس سے بعد کے لوگ نفع حاصل کرسکیں،صالح اولاد جو اس کے لئے دعا کا اہتمام کرتی ہو:"صدقة جارية أوعلم ينتفع به من بعده أوولدصالح يدعوله"(مسلم،كتاب الوصية،باب مايلحق الانسان من الثواب بعد وفاته، حدیث نمبر:۴۳۱۰،أبوداؤد،كتاب الوصايا،باب ماجاء فى الصدقة من الميت،حدیث نمبر:۲۸۸۲)۔

علم نافع سے مراد کسی صاحب علم کی کتابیں اور اس کے تلامذہ ہیں،جن سے طویل مدت تک لوگوں کو نفع پہنچتا رہتا ہے،صالح اولاد کی مراد ظاہر ہے،ایسے بچے جن کی دینی تعلیم وتربیت کی گئی ہو اور اس تربیت کی وجہ سے وہ اپنے والدین کے لئے دعاؤں کا اہتمام کریں،اور صدقۂ جاریہ سے مراد یہ ہے کہ کوئی ایسا کام انسان کر جائے،جس کا نفع اس کے بعد بھی جاری رہے،جیسے:کنواں کھدائے،بورویل کرائے،مسجد اور تعلیمی ادارہ کی تعمیر میں حصہ لے،دینی کتاب شائع کرادے،مسافروں اور یتیموں کے لئے کوئی کارخیر کردے،اس طرح کے جو بھی خیر کے کام ہیں،وہ سب صدقۂ جاریہ میں شامل ہیں۔

ایسے ہی صدقۂ جاریہ کی ایک شکل''وقف'' کہلاتی ہے،وقف کے اصل معنیٰ''روکنے'' کے ہیں،وقف میں اصل شئے کو روک کر اس سے حاصل ہونے والا نفع وقف کرنے والے کے منشا کے مطابق مستحقین پر خرچ کیا جاتا ہے؛چوں کہ اس میں اصل شئے بچی رہتی ہے اور اس کو روکے رکھا جاتا ہے؛ اس لئے اس کو''وقف'' کہتے ہیں،وقف اور عام صدقات کے درمیان بنیادی فرق یہی ہے،کہ عام صدقات میں غرباء وضرورت مندوں کو اصل شئ کا بھی مالک بنادیا جاتا ہے،اور کسی اور مستحق کیلئے اس سے استفادہ کی گنجائش نہیں رہتی،اور وقف میں ایسا نہیں ہوتا--- بہرحال اس سے وقف کی اہمیت اور اس کا اجر وثواب معلوم ہوتا ہے۔

یوں تو مذہبی اور خیراتی کاموں کے لئے عطایا دینے کا تصور بہت قدیم ہے،اسلام سے پہلے عربوں کے یہاں کعبۃ اللہ کے لئے نذرانے پیش کرنے کا ذکر ملتا ہے،جسے کعبہ کے اندر دفینہ کی شکل میں محفوظ کردیا جاتا تھا، بائبل میں بھی خدا کے نام پر چیزوں کے نذر کرنے کا ذکر ہے،حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ نے پیدا ہونے والے بچہ کو خدا کی نذر کرنے کا عہد کیا تھا؛ اسی لئے حضرت مریم علیہا السلام بیت المقدس کی خدمت کے لئے اپنے خالو حضرت زکریا علیہ السلام کے حوالہ کی گئیں(آل عمران:۳۵-۳۷) لیکن

اسلام نے مختلف خیراتی مقاصد کے لئے وقف کا جو وسیع تصور پیش کیا ہے، وہ اس سے پہلے نہیں ملتا،---کہا جاتا ہے کہ امت محمدیہ میں پہلا وقف حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا ہے؛ لیکن یہ وقف کی خاص نوعیت اور اس کی تفصیلات کے اعتبار سے ہے، ورنہ وقف تو سب سے پہلے خود رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے، آپ ﷺ نے بہ نفس نفیس مدینہ کے دو یتیم بچوں---حضرت سہل اور حضرت سہیل رضی اللہ عنہما---کا باغ خریدا، جس میں مسجد نبوی بنائی گئی اور اس سے متصل تعلیمی ضرورت کے لئے چبوترہ بنایا گیا، جسے عربی میں ''صفہ'' کہتے ہیں، یہ اسلامی تاریخ کا پہلا دار العلوم تھا، یہ مسجد اور درسگاہ دونوں آپ ﷺ کی وقف کی ہوئی زمین میں قائم ہوئے، اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے میٹھے پانی کا کنواں ''بئر رومہ'' خرید کیا اور اسے مسلمانوں کے لئے وقف فرمادیا، (صحيح البخاری فی ترجمة الباب، كتاب المساقاة، باب فی الشرب، وكتاب فضائل الصحابة، باب مناقب عثمان بن عفانؓ)، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایک باغ اللہ کے راستہ میں وقف فرمادیا، جس کا ذکر متعدد حدیثوں میں موجود ہے، غرض کہ مختلف اوقاف ہیں، جو ''وقف فاروقی'' سے پہلے کے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نہ صرف وقف قائم فرمایا؛ بلکہ حضور ﷺ کی ہدایات کی روشنی میں اس کے قواعد وضوابط بھی مقرر فرمائے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حصہ میں خیبر کی ایک زمین آئی، انہوں نے حضور ﷺ سے اس کے سلسلہ میں مشورہ کیا، حضور ﷺ کی شفقت ومحبت اور دلداری وغمخواری چوں کہ ماں باپ سے بھی بڑھ کر تھی؛ اس لئے عام طور پر صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے نجی معاملات میں بھی آپ ﷺ سے مشورہ کیا کرتے تھے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسا ہوسکتا ہے کہ اصل شئی کو باقی رکھتے ہوئے اس کی آمدنی کو صدقہ کردو کہ اصل زمین نہ خرید وفروخت کی جائے، نہ ہبہ کی جائے اور نہ اس میں میراث جاری ہو؛ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مشورہ پر عمل کرتے ہوئے فقراء، قرابت دار، غلام، مسافر اور مہمانوں کو اس کا مصرف قرار دیا، آپ نے یہ بھی فرمایا کہ متولی کو اس میں سے کھانے یا اپنے دوستوں کو کھلانے کی اجازت ہوگی، ذخیرہ کرنے کی اجازت نہ ہوگی، (بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الوقف، مسلم، کتاب الوصیۃ، باب الوقف) بعض روایتوں میں یہ وضاحت بھی ہے کہ ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما متولی ہوں گے اور ان کے بعد وہ شخص متولی ہوگا، جو آل فاروق میں سب سے بڑا ہو۔

اس طرح یہ پہلا وقف تھا، جس کے مصارف واضح کئے گئے، وقف کرنے والے کی طرف سے شرائط مقرر ہوئیں اور وقف کی تولیت کے سلسلہ میں صراحت کی گئی؛ چنانچہ شریعت اسلامی میں وقف کے قوانین کی اصل بنیاد یہی وقف فاروقی ہے، اس کے بعد صحابہ کی جانب سے بہ کثرت وقف کا اہتمام کیا گیا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جن صحابہ کو بھی مالی گنجائش تھی، انہوں نے وقف کیا ہے: "لم يكن أحد من أصحاب صلى الله عليه وسلم ذو مقدرة الا وقف" (المغنی لابن قدامۃ: ۱۸۵/۸)

مشہور فقیہ علامہ ابن قدامہ نے متعدد صحابہ کے اوقاف کا ذکر کیا ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا مکان اپنے لڑکے پر وقف کردیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مروہ کے پاس واقع اپنی ایک زمین اپنے لڑکے پر وقف کی تھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں گزر چکا ہے کہ انہوں نے بڑی قیمت ادا کرکے ایک کنواں خرید کیا اور اسے وقف کردیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ''ینبع'' میں ایک زمین وقف کی تھی، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے مکہ میں، مصر میں اور مدینہ میں اپنا گھر اپنی اولاد پر وقف کیا تھا، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ''وہط'' نامی مقام کی اراضی اور مکہ کے مکان کو وقف علی الاولاد فرمایا تھا، حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے مکہ ومدینہ کے مکانات کو وقف علی الاولاد کیا تھا، (المغنی: ۱۸۶/۸)---اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ میں وقف کرنے کا عام ذوق تھا، یہ بھی معلوم ہوا کہ خود اپنی اولاد پر بھی وقف کیا جاسکتا ہے؛ کیوں کہ اولاد کے ساتھ حسن سلوک کرنا بھی باعث اجر وثواب ہے؛ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اولاد کو خوش حال ومستغنی چھوڑ کر جانا فقیر چھوڑ کر جانے سے بہتر ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وقف کے لئے جو شرائط مقرر کی تھیں، اس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ وقف کی ہوئی چیزوں میں وقف کرنے والے کے منشاء کو خصوصی اہمیت حاصل ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ وقف کی ہوئی چیز سے وقف کنندہ کی شرط کے دائرہ میں رہتے ہوئے متولی بھی استفادہ کرسکتا ہے؛ البتہ وہ اسے فروخت نہیں کرسکتا، اور متولی چوں کی خود وقف

کرنے والا بھی ہوسکتا ہے؛اس لئے یہی روایت اس بات کی دلیل ہے کہ خود وقف کرنے والا بھی وقف کی ہوئی چیز سے استفادہ کرسکتا ہے؛ البتہ مسجد کے سوا جو بھی وقف ہو،اس کا آخری مصرف فقراء وحاجت مند ہوں گے، چاہے وقف کرنے والے نے اس کی صراحت کردی ہو یا نہیں کی ہو؛ کیوں کہ وقف کا اصل مقصد اجر وثواب کاحصول ہے اوراجر وثواب حاصل کرنے کا اعلیٰ طریقہ یہ ہے کہ اللہ کی بندگی کے لئے اس کا استعمال ہو،یااس سے ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کی جائے۔

اگرغور کیا جائے تو وقف کی طرف اشارہ خود قرآن مجید میں بھی موجود ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے بار بار ''انفاق''یعنی اچھے کام میں مال خرچ کرنے اورصدقہ کرنے کی تلقین فرمائی ہے،حدیث میں صراحۃً آپ ﷺ کی ترغیبات موجود ہیں؛ کیوں کہ یہ صدقۂ جاریہ کی سب سے اعلیٰ صورت ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے بہ کثرت اس کارِ خیر میں حصہ لیا ہے،اور بعض اہل علم کی رائے ہے کہ اس پر ان کا اجماع واتفاق ہے؛ (المغنی:۱۸۷/۸) اس لئے فقہاء اسلام کی رائے ہے کہ یہ مستحب کے درجہ کی عبادت ہے۔(حوالۂ سابق:۱۸۷/۸)

وقف کی اسی اہمیت کی وجہ سے مسلمان ہمیشہ سے مختلف کارِ خیر کے لئے وقف کرتے رہے ہیں،اوراس سلسلہ میں امت مسلمہ کی ایک روشن تاریخ رہی ہے،مسلمانوں نے نہ صرف مسجدوں،عیدگاہوں،قبرستانوں اور درگاہوں پر وقف کئے ہیں اوریتیم خانے اورمسافرخانے بنائے ہیں؛ بلکہ بیماروں، معذوروں، تیمارداروں یہاں تک کہ جانوروں اور پرندوں کے چارے کے لئے بھی وقف کیا ہے،جس سے خدمت خلق کا غیر معمولی جذبہ ظاہر ہوتا ہے؛ اسی لئے مسلمان جہاں کہیں آباد ہوئے، وہاں آج بھی اوقاف کی بے شمار زمینیں اور جائدادیں موجود ہیں،ہندوستان میں وقف کی اتنی املاک ہیں کہ اگران کا صحیح استعمال ہواوراس کے فوائد مسلمانوں کو دئے جائیں تو مسلمانوں کے تمام تعلیمی اورمعاشی مسائل حل ہو جائیں اوراس وقت مسلمان جس زبوں حالی اور پسماندگی سے دوچار ہیں اورحکومت کے سامنے ان کو کاسۂ گدائی پھیلانا پڑتا ہے،اس کی نوبت نہ آئے،مگرافسوس کہ مسلمانوں کے پچاس فیصد کے قریب اوقاف وہ ہیں جن پرحکومت اور برادران وطن کا قبضہ ہے اور جو جائیدادیں خود مسلمانوں کے ہاتھ میں ہیں، ان میں سے بیشتر جائیدادیں بھی ناجائز قبضہ سے دوچار ہیں،بہت سے قبرستان مسلمان لینڈ گرابرس نے بیچ دئے ہیں،مسجدوں کی اراضی پر تو ناجائز قبضہ کیا ہی جاتا ہے،اللہ سے بےخوفی کی حد یہ ہے کہ بعض پرانی مسجدوں کو بھی بیچ کھانے میں تکلف نہیں،اخبارات میں بکثرت ایسے واقعات آتے رہتے ہیں۔

اوقاف کے ساتھ ناجائز طرزِعمل کا ایک حصہ یہ ہے کہ جولوگ موقوفہ جائدادوں کو کرایہ پر لیتے ہیں، وہ اس کا کرایہ ادا کرنا نہیں چاہتے، جس عمارت کا کرایہ پانچ ہزار دس ہزار ہونا چاہئے، پچاس روپے،سو روپے اس کا کرایہ ادا کیا جاتا ہے،ایسا بھی ہوتا ہے کہ خود تو سو ڈیڑھ سو کرایہ ادا کرتے ہیں اوروہ دوسروں سے لاکھوں روپے پگڑی لے کر ماہانہ ہزاروں روپے کرایہ اٹھاتے ہیں، وقف پر ناجائز قبضہ اوراس سے ناجائز استفادہ کی فہرست اتنی طویل ہے اوراتنے بڑے اورنمایاں لوگ اس میں شامل ہیں کہ سن کر حیرت ہوتی ہے،ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ کے کسی بندے نے اوقاف کی جائداد کو صحیح طور پر استعمال کرنے کا ارادہ کیا،اس کو تعلیمی مقاصد کے لئے کار آمد بنانے پر کمربستہ ہوئے اوردوسری طرف کچھ بدنیت لوگ ہاتھ دھوکر ان کے پیچھے پڑ گئے۔

وقف کا یہ غلط استعمال اوراس پر یہ ناجائز قبضہ خود مسلمانوں کی طرف سے ہے؛ حالانکہ وقف ایک دائمی صدقہ ہے،شریعت اسلامی کے اصول کے مطابق وقف کی جائداد اللہ کی ملکیت ہوتی ہے،اوراس آمدنی سے تمام ضرورت مندوں کا حق متعلق ہوتا ہے؛اس لئے اِس کا گناہ کا عام ظلم وزیادتی سے بڑھ کر ہے،جو قوم خود اپنے دل میں اپنے بھائیوں کے لئے گوشۂ ہمدردی نہیں رکھتی ہواوراسے اپنی ملت کا غم نہ ہو،کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ دوسرے اس کی بھلائی کے بارے میں سوچیں گے،ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ مسلم اوقاف کا تحفظ کیا جائے اوریقیناً ہمارا یہ مطالبہ درست ہے؛لیکن سوال یہ ہے کہ چوری کرنے والا دوسروں کو چوری کرنے سے روکے اورڈاکہ ڈالنے والا دوسرے ڈاکہ ڈالنے والوں پرانگلی اٹھائے تو اس کی اس کوشش کا کیا اثر ہوسکتا ہے؛اس لئے اس وقت سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ حکومت سے تحفظ اوقاف کا مطالبہ کرنے کے ساتھ ساتھ خود مسلمانوں کا شعور بیدار کیا جائے،ناجائز قابضین سے اوقاف کو آزاد کرنے کی مہم چلائی جائے اور جو اوقاف مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں،ان کو بہتر طور پر استعمال کیا جائے،اس کے بغیر صرف حکومت سے تحفظ اوقاف

کا مطالبہ کرنا اونٹ کو نگل جانے اور مچھر کو چھاننے کے مترادف ہوگا۔

ہندوستان میں کم وبیش ایک ہزار سال تک مسلمانوں کے اقتدار کا سورج پوری آب وتاب کے ساتھ چمکتا رہا ہے، برطانوی غلبہ کے بعد بھی ملک میں مختلف چھوٹی چھوٹی ریاستیں موجود تھیں، جو مسلمان نوابوں اور ہندو راجاؤں مہاراجاؤں کے زیر اقتدار تھیں، مسلمان حکمرانوں نے اگرچہ کہ دعوت اسلام پر برائے نام توجہ دی اور وہ ہمیشہ اپنے پایۂ اقتدار کو مضبوط کرنے کی فکر میں رہے؛ لیکن انہوں نے خالص اسلامی اور خیراتی مقاصد کے لئے بہت سی اراضی اور تعمیرات وقف کیں، اوران کو پائدار نفع رسانی کا ذریعہ بنایا، اسی طرح ہندو راجاؤں نے بھی اپنی مسلمان رعایا کے لئے مسجدیں بنوائیں، مزارات تعمیر کئے، قبرستانوں کے لئے جگہیں مہیا کیں، اور دوسرے مقاصد کے لئے جائیدادیں وقف کیں، جب اس ملک میں انگریز آئے تو انہوں نے اولاً تو مسلمانوں کے بہت سے اوقاف کو ہڑپ لیا؛ لیکن آہستہ آہستہ اوقاف بازیاب ہوئے اور ایسی جگہوں کے سوا جو حکومت کے تصرف میں آچکے تھے، دوسری جائدادوں کو حکومت نے وقف تسلیم کرلیا۔

ملک کے آزاد ہونے کے بعد بجا طور پر مسلمان یہ توقع رکھتے تھے کہ تمام موقوفہ جائدادیں انہیں واپس مل جائیں گی؛ مگر تقسیم ملک کے سانحہ نے مسلم اوقاف پر بڑا منفی اثر ڈالا اور جن علاقوں سے مسلمان پاکستان چلے گئے، وہاں کی موقوفہ جائدادوں پر غاصبانہ قبضہ ہوگیا، خاص طور پر مشرقی پنجاب اور اس کے مضافات نیز مغربی بنگال میں مسلمانوں کو یہ صدمہ زیادہ سہنا پڑا اور افسوس کہ یہ زخم اب تک مندمل نہ ہوسکا، حکومت ہند نے کبھی اس بات کی سنجیدہ کوشش نہیں کی کہ ایسے اوقاف کو ناجائز قبضے سے آزاد کرایا جائے اور مسلمانوں کو ان کی چیز واپس کی جائے، یہ بات خوش آئند ہے کہ آزادی کے بعد ہمارے یہاں مرکز اور ریاستوں میں اوقاف کی وزارتیں قائم ہوئیں اور وقف کا مستقل محکمہ وجود میں آیا، سچر کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق رجسٹرڈ وقف املاک ۶۹ ؍لاکھ ہیں؛ لیکن غیر رجسٹرڈ اوقاف کو شامل کرلیا جائے تو بعض اہل خبر کے اندازہ کے مطابق ان کی تعداد بھی کئی لاکھ ہے، سب سے زیادہ اوقاف مغربی بنگال میں ہیں اور اس کے بعد اتر پردیش میں ہیں اور ریلوے اور دفاع کے بعد سب سے زیادہ اراضی محکمہ اوقاف کے پاس ہے۔

عرصہ سے مسلمانوں کا مطالبہ ہے کہ وقف کو وہی تحفظ دیا جائے جو قانوناً پبلک جائیدادوں کو حاصل ہے؛ تاکہ وقف کی جائیداد کو ناجائز قبضہ سے بچایا جاسکے اور اس کی بازیافت کو آسان کیا جاسکے؛ مگر اب تک کسی بھی حکومت نے اس سلسلہ میں مثبت اور مخلصانہ قدم نہیں اٹھایا، حکومت کا فریضہ ہے کہ جیسے شخصی املاک کا احترام کیا جاتا ہے اور جیسے پبلک جائیداد کے تحفظ کو گورنمنٹ قانونی اہمیت دیتی ہے، اسی طرح وہ وقف جائیداد کا بھی تحفظ کرے اور قانونی طور پر اس کی بازیابی کو آسان اور یقینی بنائے، یہ ایک حقیقت ہیکہ وقف کی اراضی پر ایسے بڑے بڑے ہوٹل تعمیر ہوگئے ہیں، کمپنیاں قائم ہوگئی ہیں کہ شاید ان کی واپسی آسان نہ ہو؛ لیکن ایسا تو ہوسکتا ہے کہ گورنمنٹ انہیں کرایہ ادا کرنے پر مجبور کرے؛ تاکہ وقف کے مقاصد میں اور مسلمانوں کے مفاد کے لئے اس کا استعمال ہوسکے، اسی طرح خود گورنمنٹ کے بہت سے دفاتر اور سرکاری بلڈنگیں وقف کی زمین میں بنی ہوئی ہیں، محل وقوع کے اعتبار سے ان کا کرایہ بہت خطیر ہونا چاہئے، خود حکومت ایسی زیر استعمال جائیدادوں کا کرایہ وقف بورڈ کو ادا کرے، اگر ایسی مقبوضہ اراضی کا مناسب کرایہ وقف بورڈ کو ادا کیا جائے تو غریب مسلمانوں کی تعلیم، یتیموں کی کفالت، مطلقہ و بیوہ عورتوں کی پرورش، بے روزگار نوجوانوں کے لئے روزگار پر مبنی تربیت اور خود روزگار بنانے جیسے مسائل بہ آسانی حل کئے جاسکتے ہیں اور انہیں حکومت کے سامنے کاسۂ گدائی پھیلانے سے نجات مل سکتی ہے۔

مسلم پرسنل لا بورڈ نے قانونی سطح پر اس سلسلہ میں کافی کوششیں کی ہیں؛ لیکن ضرورت ہے کہ مختلف تنظیمیں ایک متحدہ پلیٹ فارم بنا کر تحفظ اوقاف کے مسئلہ کو ایک مہم کی حیثیت سے اٹھائیں اور ریاست سے مرکز تک سیاسی اور قانونی سطح پر اس کے لئے کوشش کریں، اس طرح ہم اپنے بہت سے مسائل کو بطور خود حل کرسکتے ہیں اور تعلیم ومعیشت کے میدان میں مسلمانوں کو اونچا اٹھا سکتے ہیں، یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب مسلمان سیاست داں اور سرکاری عہدہ دار شخصی مفادات اور وقتی مصلحتوں پر ملت کے مفادات کو قربان نہ کریں؛ اس لئے کہ تجربہ ہے کہ گورنمنٹ کی طرف سے مقرر کردہ عہدہ دار اور بعض دفعہ ''وزیر بے ضمیر'' خود ملی مفادات کو نقصان پہنچاتے ہیں اور حکومت کے آلہ کار کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔

۞۞۞

بیوہ اور مطلقہ کے ساتھ حسن سلوک

اسوۂ نبویؐ کی روشنی میں

مولانا محمد فرمان ندوی

اسوۂ نبویؐ کی جامعیت کا مظہر یہ ہے کہ اس نے معاشرۂ انسانی کے ہر فرد کو اپنی رہنمائی اور توجہ کا موضوع بنایا، امیر وغریب، چھوٹے اور بڑے، مرد وعورت اور یتیم وخوشحال، بیوہ و مطلقہ، ہر فرد کے متعلق جامع تعلیمات پیش کی ہیں، اس کا دوسرا امتیاز یہ ہے کہ ہر چھوٹے اور بڑے مسئلہ کی وضاحت کی ہے، اور کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا ہے، یہاں تک کہ استنجاء کے آداب بھی بتائے ہیں، اور اس میں بھی قبلہ رو ہونے اور نہ ہونے کی تفصیلات کی وضاحت کی ہے۔ (مسلم، باب الاستطابہ: حدیث نمبر ۲۶۲)

بیوہ کے ساتھ حسن سلوک:

بیوہ معاشرہ انسانی کی وہ باعزت خاتون ہے، جو اپنے شوہر کے سایہ سے محروم ہوگئی ہے، اسلام نے اس کی حرمت وتقدس کو نہ صرف یہ کہ باقی رکھا، بلکہ محسن انسانیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ اس کو بے مثال تحفے عطا کیے، مذاہب وادیان کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہودیت میں عورت شوہر کے انتقال کے بعد شوہر کے بھائی کی ملک ہوجاتی تھی، عیسائیت نے اس عمل کو قبول تو نہیں کیا، لیکن کوئی نیا ضابطہ نہیں پیش کرسکی، ہندو مذہب میں یا تو شوہر کی لاش کے ساتھ اس کو نذر آتش کردیا جاتا تھا، یا وہ پوری زندگی سوگ میں گذارتی تھی، عربوں میں بھی وہ وارثوں کی ملکیت شمار کی جاتی تھی۔

رسول انسانیت حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآنی آیات کے ذریعہ بیوہ عورت کے سوگ کی حد مقرر کی ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور تم میں جو لوگ وفات پاجائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں، وہ بیویاں چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روک رکھیں، پھر جب وہ اپنی عدت کی مدت پوری کرلیں تو وہ اپنے لیے جو بھی بھلائی کے ساتھ کارروائی کریں، اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں، اور تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے'' (البقرہ:۲۳۴)

اور حاملہ عورتوں کے بارے میں قرآن کریم کا حکم ہے: ''اور جو عورتیں حاملہ ہیں ان کی عدت ہے کہ ان کو وضع حمل ہوجائے'' (الطلاق:۵)

عدت کی مذکورہ مدت گذارنے کے بعد عورت دوسرے نکاح کی مجاز ہوتی ہے، مزید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وراثت میں عورت کے حصہ کو متعین کرکے یہ ثابت کردیا کہ بیوہ عورت ایک محترم اور باعزت فرد ہے: ''اور جو تم چھوڑ جاؤ ان میں ان کے لئے چوتھائی ہے، اگر تمہارے اولاد نہ ہو، اور اگر تمہارے اولاد ہو تو تم جو بھی چھوڑ جاؤ اس کا آٹھواں حصہ ان کا ہے، اس وصیت کو نکالنے کے بعد جو وصیت تم کرجاؤ، یا قرض کی ادائیگی کے بعد'' (النساء:۱۲)

بیوہ عورت اب چونکہ شوہر کے سایہ سے محروم ہے، اس لیے معاشرہ کے اندر پیش آنے والے خطرات کی وجہ سے قرآن کریم نے اسی عورت کو رشتہ ازدواج میں منسلک کرنے کے لیے اس کے اولیاء کو خطاب کیا ہے: ''اور اپنے میں سے بے شوہر والی عورتوں کا نکاح کراؤ، اور غلاموں اور باندیوں میں نیک افراد کا'' (النور:۳۱)

زبان رسالت نے بیوہ عورت کے سلسلہ میں کوشش کرنے والے افراد کی ہمت افزائی کی ہے، اور زبردست بشارتیں سنائی ہیں، صحیح بخاری کتاب الأدب (۵۳۵۳) میں ہے: ''الساعی علی الأرملة والمسکین کالمجاهد فی سبیل اللّٰه، کالذی یصوم النهار و یقوم اللیل'' (بیوہ اور غریب کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والا، خدا کی راہ کے مجاہد کی طرح ہے، اور اس شخص کی طرح ہے، جو دن بھر روزہ اور رات بھر

نماز پڑھا کرے)۔ایک دوسری حدیث میں بیوہ کی فضیلت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: میں اور محنت ومشقت کے سبب کالی پڑ جانے والی بیوی قیامت کے دن مرتبہ میں ان دو انگلیوں کی طرح قریب ہوں گے، وہ حسن و جمال اور جاہ وعزت والی بیوی جو شوہر کے مرنے کے بعد بیوہ ہو جائے ،لیکن اپنے ننھے یتیم بچوں کی خدمت کی خاطر اپنے کو روکے رکھے، یہاں تک کہ وہ اس سے علاحدہ ہو جائیں یا مر جائیں۔(سنن ابوداؤد، کتاب الأدب، باب فضل من عال یتیماً:۵۱۶۹)

محسن انسانیت حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت سے سرفراز کیے جانے سے پہلے بھی جو قابل رشک زندگی گذاری، وہ بھی ہمارے لیے عبرت ونصیحت کی شاہ راہ کھولتی ہے،نبوت سے پہلے آپ کا مزاج یہ تھا کہ آپ غریبوں کے کام آتے ،محتاجوں کی مدد کرتے، پریشان حال لوگوں کی پریشانیوں کو دور کرتے ،اور بوجھ سے لدے ہوئے انسان کی بوجھ کو اٹھاتے اور اس کو منزل مقصود تک پہونچاتے، یہی وجہ ہے کہ آپ نبوت سے پہلے ایک بیوہ خاتون کے مال تجارت کو لے کر شام گئے اور نفع بخش تجارت کی، اس تجارت میں امانت وصداقت کے اصولوں کو خوبصورت شکل میں برتا،جس سے وہ بیوہ خاتون غیر معمولی متأثر ہوئیں،اور جب آپ کے نکاح کا پیغام ان کے پاس پہونچا،تو انہوں نے اس کو بسر وچشم قبول کیا۔

بیوہ خواتین کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمدردی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عین عنفوان شباب میں جب کہ آپ کی عمر ۲۵/سال تھی، ایک ۴۰/سال کی خاتون سے نکاح کرنے کو ترجیح دی، وہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد ہیں، رضی اللہ عنہا و اُرضاھا۔ انتقال کے وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر ۵۶/ سال تھی، ۲۵/سال آپ نے انہیں کے ساتھ گذارا، اس درمیان کسی دوسری خاتون سے نکاح نہیں کیا،اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری اولاد انھیں کے بطن سے ہوئیں، سوائے حضرت ابراہیمؑ کے جو ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔

حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی خصوصی اجازت اور دینی مصالح کے پیش نظر دس مزید نکاح فرمائے جن میں سے آٹھ بیوہ تھیں: حضرت سودہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت زینب بنت خزیمہ ام المساکینؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت جویریہؓ، حضرت ام حبیبہؓ، حضرت میمونہؓ، حضرت صفیہؓ۔ یہ حضرات امہات المؤمنین اور ان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن سلوک سارے انسانوں کے لئے بہترین نمونہ اور قابل تقلید اسوہ ہے۔

حضرت سودہؓ بنت زمعہ العدویہ:

یہ حضرت خدیجہؓ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت میں آئیں،اور کبرسنی کو پہونچ چکی تھیں،اس لیے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دے دی تھیں،حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والی خواتین میں تھیں،ان کے شوہر کا ہجرت حبشہ سے واپسی کے بعد انتقال ہوگیا،ان کا کوئی سرپرست نہیں تھا،اپنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت کے لئے پیش کیا، اور آپ نے ان کی کفالت قبول فرمائی۔

حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ:

یہ حضرت عمرؓ کی صاحبزادی ہیں،حضرت خنیس بن حذافہ انصاری کی بیوہ ہیں،حضرت خنیس بدر میں شہید ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شہید (خنیس بن حذافہ) اور حضرت عمرؓ کی تکریم میں حضرت حفصہ سے نکاح کیا۔

حضرت زینبؓ بنت خزیمہ:

حضرت عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب ان کے شوہر تھے، بدر ہی میں ان کا انتقال ہوگیا، اور یہ زخمیوں کی مرہم پٹی کر رہی تھیں، حضرت زینب کی عمر اس وقت ۶۰/سال تھی، نکاح کے دو سال کے بعد انتقال ہوگیا، ان کی کنیت ام المساکین ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت ام سلمہؓ:

اپنے شوہر عبداللہ بن عبدالأسد کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی، اور واپس آئیں، غزوۂ احد میں ان کے شوہر کی شہادت ہوئی، اس وقت ان کی عمر ۶۰/سال تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی سرپرستی

قبول فرمائی۔

حضرت ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان:

اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی، شوہر کا وہیں انتقال ہوگیا، واپس مکہ نہ جا کر مدینہ منورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت میں آگئیں، ابوسفیان ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، انہوں نے جب یہ معاملہ سنا تو ان کی عداوت اسلام میں کچھ کمی آئی، اور رسول اللہ کے متعلق فرمایا: هو الفحل الذى لا يجدع أنفه (وہ ایسے فرد ہیں، جن کی ناک نہیں کاٹی جاسکتی)۔

حضرت صفیہؓ بنت حی بن اخطب:

یہ غزوۂ خیبر میں اپنے شوہر کے قتل کئے جانے کے بعد مسلمان کے ہاتھوں قید ہوئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائی گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اختیار دیا، لیکن انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت میں رہنا پسند کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی دل بستگی کے لئے ان سے نکاح کیا۔

حضرت جویریہ بنت حارثؓ:

ان کے شوہر مسافع بن صفوان تھے، مریسیع کی جنگ میں قتل کردئے گئے تھے، یہ بنی المصطلق کی خاتون تھی، آپ نے جب بنی المصطلق کو فتح کیا تو یہ قید ہوکر آئیں، انہوں نے خود اپنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے پیش کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے نکاح میں قبول کیا، اس کے بعد تمام قیدیوں کو آزاد کردیا، اس آزادی کا پروانہ سن کر سارا بنوالمصطلق حلقہ بگوش اسلام ہوگیا۔

حضرت میمونہ بنت حارثؓ:

یہ ابورہم بن عبدالعزی کی زوجہ تھیں، ان کا انتقال ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح کیا۔

(المرأة فی الاسلام وقبلہ: دراستہ مقارنتہ از سعید بن عبداللہ سیف حاتمی: ۲۲۸-۲۴۲)

مطلقہ کے ساتھ حسن سلوک

طلاق ایک ناگزیر انسانی ضرورت ہے، فریقین کی زندگی جب اجیرن ہوجائے، اور ایک دوسرے کے ساتھ رہنا مشکل ہوتو اسلام نے اس کو حل کرنے کے لیے سب سے پہلے وعظ ونصیحت، پھر بستر الگ کرنے، پھر ہلکی مار مارنے، پھر دو حکم کے ذریعہ مسئلہ کو حل کرنے کا نظریہ پیش کیا ہے، خواتین کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن سلوک کے بے مثال نمونے ہیں، ایک موقع پر آپ نے فرمایا: لا يفرك مؤمن مؤمنة، اذا كره منها خلقا، رضى منها آخر (السنن الکبری للبیھقی: ۱۵۱۲۴) (کوئی مؤمن کسی مؤمنہ کو نہ چھوڑے، اگر ایک عادت اس کی ناپسندیدہ ہوگی تو دوسری خوش کن)، اور ایک دوسرے موقع پر فرمایا: استوصوا بالنساء خيراً (السنن الکبری للبیھقی: ۱۵۱۱۹) (عورتوں کے ساتھ بھلائی کی نصیحت قبول کرو)۔

اس کے بعد بھی اگر معاملہ عقدۂ لاینحل ہے تو نظام طلاق کو اصول کی روشنی میں اختیار کرنے کی اجازت دی ہے، وہ بھی طلاق سنت کے مطابق، طلاق سنت یہی ہے کہ ہر طہر میں ایک طلاق دی جائے، لیکن اس کو بھی زبان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور مکروہ عمل قرار دیا ہے۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الطلاق: ۲۱۶۸) اور بتایا کہ تین چیزیں اگر تفریح میں بھی ادا کی جائیں تو واقع ہوجاتی ہیں: نکاح، طلاق، رجعت (سنن ابوداؤد: ۲۱۹۴) وسنن ترمذی: ۱۱۸۴، سنن ابن ماجہ: ۲۰۳۹، حاکم: ۲/۱۹۸) اور تین طلاق کے عمل کی تو بہت شدت سے نکیر فرمائی ہے: أيلعب بكتاب الله و أنا بين أظهركم (کیا میری موجودگی میں اللہ کی کتاب کے ساتھ کھلواڑ کیا جائے) (سنن نسائی، کتاب الطلاق: ۳۴۰۱)، یہی مطلب ہے اس قرآنی آیت: اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ کا، دو طلاق میں رجعت کا حق حاصل ہوتا ہے، تیسری میں رجعت بالکل ختم ہوجاتی ہے۔ اسلام میں نفقہ کا وجوب یا تو نکاح یا عدت یا نسب اور قرابت کی بنیاد پر ہوتا ہے، اور اس کی متعدد صورتیں ہوتی ہیں، ذیل میں بعض شکلوں کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

☆ مسئلہ طلاق میں مطلقہ کے ساتھ حسن سلوک کا یہ نظام کہ مطلقہ کے

لیے نفقہ اور سکنی کا اہتمام کیا جائے، یہ بھی ایک انسانی ضرورت کی تکمیل ہے، کیونکہ اگر طلاق دیتے ہی مطلقہ اپنے میکہ یا دیگر مقامات کی طرف چلی جائے تو پھر شوہر کے لئے رجعت میں دشواری پیش آئے گی، اور فریقین کے تعلقات مزید کشیدہ ہوں گے، عدت کے زمانہ میں عورت کے نفقہ کا انتظام کرنا شوہر کی ذمہ داری ہے۔

☆ مطلقہ کے ساتھ حسن سلوک میں اس کو نکاح ثانی کا اختیار دینا ہے، قرآن کریم کی اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ''اور ان کو مجبور نہ کرو کہ وہ دوسرا نکاح نہ کرسکیں، اگر وہ بھلائی کے ساتھ آپس میں اس پر راضی ہوجائیں۔'' (البقرہ:۲۳۲)

☆ مطلقہ کے لیے مہر کی واپسی کی بھی سہولت اسلام میں بعض شرطوں کے ساتھ رکھی گئی۔

☆ اسی طرح مطلقہ کے ساتھ بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں حسن سلوک ہی نہیں، بلکہ پوری ذمہ داری کی وضاحت موجود ہے۔

امہات المؤمنین میں حضرت زینب بنت جحشؓ وہ خاتون ہیں، جو پہلے حضرت زید بن حارثہؓ کے نکاح میں تھیں، اِن سے اُن کا نباہ نہیں ہوسکا، چنانچہ حضرت زیدؓ نے ان کو طلاق دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باذن الٰہی ان سے نکاح کیا، اور یہ نکاح جہاں ایک اس مسئلہ کی وضاحت کے لئے تھا کہ متبنّیٰ اپنا حقیقی بیٹا نہیں ہوتا، اس لیے اس کی منکوحہ اس کے عرفی باپ کے لئے حرام نہیں ہوگی، وہیں دوسری طرف مطلقہ کو اعزاز بھی دینا تھا کہ ایک مطلقہ کوئی اچھوت نہیں ہے، بلکہ وہ زندگی کا ایک قیمتی سرمایہ ہے، سورۂ احزاب (۳۶-۴۰) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل کا پوری صراحت کے ساتھ تذکرہ موجود ہے۔

خلاصہ یہ کہ بیوہ اور مطلقہ ہی نہیں، بلکہ معاشرہ کے تمام کمزور افراد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمۃ للعالمینی پوری طرح نمایاں ہے، آپ نے اپنے حسن سلوک کے ذریعہ ایسی مثال قائم کی، جو تا قیامت انسانیت کے لیے باعث رحمت اور اطمینان بخش ہے۔

۞۞۞

بقیہ: اسلام اور تعدد ازدواج

مثلاً اسلام میں مرد کو ایام حیض میں صحبت کرنے سے روکا گیا ہے، اور یہ صرف مذہبی مسئلہ ہی نہیں ہے؛ بلکہ طبی نقطہ نظر سے بھی ایام حیض میں صحبت مرد وعورت دونوں کے لئے شدید نقصان دہ ہے، نیز ایام حمل میں عورت سے قربت جنین کے لئے مضر ہے، اس کے علاوہ عورت کو جسمانی امراض وعوارض پیش آتے رہتے ہیں، جس میں بسا اوقات عورت شوہر کی جنسی ضرورت پورا نہیں کرسکتی، ظاہر ہے کہ یہ ایام جو کبھی طویل بھی ہوسکتے ہیں مرد کے لئے کافی مشکل اور صبر آزما ثابت ہوں گے، اور غالب گمان یہ ہے کہ وہ معصیت میں مبتلا ہوجائے گا؛ اسلئے اسلام نے کچھ شرائط کے ساتھ ایک سے زائد چار عورتوں تک نکاح کرنے کی اجازت دی ہے، تاکہ معاشرہ میں عفت و پاکیزگی کی فضا عام ہو، اور بے حیائی وفحاشی کی گندگی سے سماج ملوث نہ ہو۔

☆ بسا اوقات عورت جسمانی امراض یا عقم (بانجھ پن) کی وجہ سے توالد وتناسل سے عاجز ہوتی ہے، اور ہر مرد کو اولاد کی فطری خواہش ہوتی ہے، حصول اولاد کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے ایک طریقہ کار تو یہ ہے کہ مرد عورت پر بے جا الزام اور تہمت لگا کر اپنی زوجیت سے خارج کردے، اور دوسری عورت سے شادی کرلے، جیسا کہ یورپ وامریکہ میں اس کا آئے دن مشاہدہ ہوتا رہتا ہے، یا دوسری صورت یہ ہے کہ پہلی عورت سے نکاح باقی رکھتے ہوئے اور اس کے حقوق زوجیت بحسن وخوبی ادا کرتے ہوئے دوسری عورت سے شادی کرے، آپ خود فیصلہ کریں کہ پہلی صورت بہتر ہے یا دوسری صورت؟

میری اس تحریر کا مقصد زبردستی تعدد ازدواج کے حوالہ سے اسلامی نظریہ کو کسی پر تھوپنا نہیں ہے؛ بلکہ اسلام کی حقانیت اور اس کے احکام کی معقولیت کو واشگاف کرنے کی ایک ادنی اور حقیر سی کوشش ہے، اور مقصد ہے: **لیھلک من ھلک عن بینۃ و یحی من حی عن بینۃ** جس کو مرنا ہے قیام حجت کے بعد مرے، اور جس کو زندہ رہنا ہے قیام حجت کے بعد زندہ رہے، اللہ تبارک وتعالی سے دعاء ہے کہ امت مسلمہ کو حق بات سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے، اور دشمنان اسلام کے پروپیگنڈوں کو ناکام ونامراد فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ ۞۞۞

اسلام اور تعدد ازدواج

مفتی محمد عبداللہ قاسمی (استاد دارالعلوم حیدرآباد)

عفت و پاکدامنی انسان کا جوہر اصیل ہے، ایک مہذب اور خلیق انسان کی پہچان ہے، اسلامی معاشرے کا امتیازی وصف ہے، عفت و پاکدامنی انسان کو صبر وضبط، ایثار و ہمدردی، جود وسخا جیسی صفات عالیہ سے آراستہ کرتی ہے، صحت منداور خوشگوار معاشرے کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتی ہے، تہذیب وتمدن کی تعمیر وترقی میں ممد اور معاون ثابت ہوتی ہے، جو قوم جوہر عفت وعصمت سے محروم اور خانماں ہو اس قوم کے اخلاق نہایت گھٹیا اور سطحی ہوتے ہیں، عجلت پسندی ولذت عارضی، بے حیائی وصنفی آوارگی جیسی بری خصلتیں اس کا نشان امتیاز ہوتی ہیں، ذلت ونکبت اور یاس ومحرومی اس کا مقدر ہوتی ہے۔

یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ عفت وعصمت اور حیا و پاکیزگی اسلامی معاشرے کا طرۂ امتیاز ہے، اسلام نے عصمت نسواں اور معاشرے میں عفت و پاکیزگی کے تحفظ کے لئے جو مضبوط اور مستحکم نظام پیش کیا ہے وہ ایک طرف فطرت انسانی کے عین مطابق ہے تو دوسری طرف انسانیت کی فلاح وکامیابی اور صالح تہذیب وتمدن کی تعمیر وترقی کا راز اسی میں مضمر ہے، اسلامی نظام عفت کا ایک باب تعدد ازدواج ہے، اگر کوئی شخص خوش حال اور فراخ دست ہے، اور ایک سے زائد بیویوں کے حقوق زوجیت ادا کرنے کی پوری وسعت رکھتا ہے، اور ان کے درمیان عدل وانصاف اور برابری کرنے پر قادر ہے تو اسلام نے ایسے شخص کے لئے ایک سے زائد چار عورتوں تک نکاح کرنے کی اجازت دی ہے، چنانچہ اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے: ''اور اگر ڈرو کہ انصاف نہیں کرسکو گے یتیم عورتوں کے حق میں تو نکاح کرلو جو عورتیں تم کو پسند آئیں دو دو، تین تین، چار چار'' (النساء:۳)۔ یہ آیت غزوۂ احد کے بعد نازل ہوئی، اور اس کا شان نزول یہ ہے کہ غزوۂ احد میں ستر مسلمان شہید ہوگئے تھے، جس کی وجہ سے مسلمانوں کے ستر گھر مردوں سے خالی ہوگئے، اور نتیجۃً کئی عورتیں بیوہ اور کئی بچے یتیم ہوگئے، اس معاشرتی مسئلہ کو حل کرنے کے لئے قرآن کریم کی مذکورہ آیت نازل ہوئی، اور کہا گیا کہ جو لوگ مالی استطاعت رکھتے ہوں وہ بیوہ عورتوں سے نکاح کرکے یتیم بچوں کو اپنی سرپرستی میں لے لیں، آیت کریمہ کے الفاظ اور شان نزول سے بظاہر ایک وقتی اور عارضی حکم نظر آتا ہے، یعنی اس حکم شرعی کا تعلق اس صورت حال سے ہے جب کہ جنگ یا کسی ناگہانی آفت کی وجہ سے مردوں کی تعداد کم ہوجائے اور عورتوں کی تعداد زیادہ، تاہم قرآن کریم کے اعجاز کا ایک حیرت انگیز پہلو یہ ہے کہ مسلمانوں کو جو احکام خاص حالات اور مخصوص پس منظر میں دیئے گئے ہیں وہ قیامت تک کے لئے ابدی اور سرمدی ہیں، ہر زمانے اور ہر خطے میں وہ قابل عمل ہیں، چنانچہ یہ حکم الٰہی بھی اس صفت خاص کا ایک مظہر ہے۔

مغربی ممالک میں تعدد ازدواج کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، اور وہاں قانونا ایک سے زائد نکاح کو قابل مواخذہ جرم گردانا جاتا ہے، اور حیرت ہوتی ہے کہ جب کہ بعض مسلمان دانشور جن کی زندگی خورد ونوش اور لذت چشم وگوش سے عبارت ہے، فارغ البالی، خوش حالی، خوش جمالی، معیار زندگی کی بلندی، مغرب کی زالہ باری اور اس کے خوان نعمت کی ریزہ چینی جن کی زندگی کا مقصود اور مطمح نظر ہے مغرب کے طریقہ کار کی پرزور وکالت کرتے ہیں، اور اسلام کے حکیمانہ اور منصفانہ نظام کو قابل ترمیم وتنسیخ قرار دیتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اسلام مخالف لٹریچر کے ذریعہ ان کے دل ودماغ میں اسلام دشمنی اور دین بیزاری کا ایسا زہر اتارا گیا کہ ان کی فطرت مسخ ہوچکی ہے، اور وہ زہر کو قند اور گندے پانی کو آب زلال سمجھ کر نوش کررہے ہیں، مغرب کی طرف سے آنے والی ہر آواز ان کے لئے سامعہ نواز اور فردوس گوش ثابت ہوتی ہے، اور تلاوت

قرآن کا زمزمہ اور احادیث طیبہ کی روح پرور ہدایات ان کی طبع پر بھاری اور گراں محسوس ہوتا ہے، میرا روئے سخن ایسے بدطینت اور فتنہ پرور قسم کے لوگوں کی طرف نہیں ہے؛ کیوں کہ ایسے لوگ مغربی تہذیب وثقافت کی ظاہری چمک دمک دیکھ کر اسی کو معیارترقی سمجھ بیٹھے ہیں، اور عملا اسلام کو خیر باد کہہ کر مغربی افکارونظریات پر دل وجان سے ایمان لا چکے ہیں، تاہم زبان سے کھلم کھلا اس کا اظہار کرنے میں کچھ دنیوی اغراض ومقاصدان کے لئے حارج اور مانع ہیں۔

میرا روئے سخن ان لوگوں کی طرف ہے جن کا عقیدہ ہے کہ اسلام ایک زندہ جاوید مذہب ہے، ہر زمانے اور ہر خطے میں وہ قابل عمل ہے، اور پوری انسانیت کی فلاح و کامیابی اسلام اور اس کی تعلیمات سے ہی وابستہ ہے، تاہم مغرب اور اس کے ہم نواؤں کی طرف سے تعدد ازدواج کے مسئلہ کو لے کر جو اسلام پر ریشہ دوانیاں اور موشگافیاں کی گئی ہیں، اور اسلامی تعلیمات کے حوالہ سے جو غلط فہمیاں پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ پھیلائی جارہی ہیں، جن کی وجہ سے ان سادہ لوح مسلمان کے دل ودماغ میں بھی شکوک وشبہات کے کانٹے جنم لے رہے ہیں ایسے لوگوں کی خدمت میں تعدد ازدواج کے سلسلہ میں چند باتیں پیش کرتا ہوں، تاکہ وہ خود فیصلہ کریں کہ تعدد ازدواج کا قانون حکیمانہ اور منصفانہ ہے یا یک زوجگی کا اصول وقانون جس پر مغرب اور اس کے علمبرداروں کو فخر ہے۔

☆ اسلام سے پہلے تقریباً دنیا کے تمام مذاہب میں تعدد ازدواج کا رواج تھا، حتی کہ حضرات انبیاء کرام بھی اس دستور سے مستثنیٰ نہ تھے، حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی دو بیویاں (سارہ، ہاجرہ) تھیں، حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کی دو بیویاں تھیں، ایک کا نام صفورہ تھا جو حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں، اور آپ کا دوسرا نکاح ایک کوسی خاتون سے ہوا تھا، حضرت داود علیہ السلام کی چھ بیویاں (اخنوعم، ابجیل، محکہ، حجیت، ابی طال، عجلاہ) تھیں، توریت وانجیل اور دیگر آسمانی صحائف میں حضرات انبیاء کرام کی متعدد ازواج کا ذکر ہے، اور کہیں بھی تعدد ازدواج کی ممانعت کا خفیف سا اشارہ بھی نہیں پایا جاتا؛ لہٰذا تعدد ازدواج کو صرف اسلام کی پیداوار قرار دینا تاریخ سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

☆ اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ مرد اور عورت کی شرح پیدائش اگرچہ یکساں ہے؛ تاہم مردوں کی اموات کی شرح عورتوں کی بنسبت زیادہ ہے، مردوں کی موت کے اسباب مختلف ہوتے ہیں، مثلاً جب جنگ ہوتی ہے تو زیادہ تر صرف مرد ہی مارے جاتے ہیں، چنانچہ پہلی عالمی جنگ (۱۹۱۴ تا ۱۹۱۸) میں اسی لاکھ فوجی مارے گئے، شہری لوگ جو اس جنگ میں ہلاک ہوئے وہ اس کے علاوہ ہیں، دوسری عالمی جنگ (۱۹۳۹ تا ۱۹۴۵) میں ساڑھے چھ کروڑ لوگ مارے گئے یا جسمانی طور پر ناکارہ ہوگئے، یہ سارے لوگ زیادہ تر مرد تھے، عراق اور ایران کی جنگ (۱۹۷۹ تا ۱۹۸۸) میں ایران کی بیاسی ہزار عورتیں بیوہ ہوگئیں، اور عراق میں ایسی عورتوں کی تعداد قریب ایک لاکھ تھی جن کے شوہر اس دس سالہ جنگ میں ہلاک ہوئے، اسی طرح جدید صنعتی نظام کی وجہ سے حادثات روزمرہ کا معمول بن گئے ہیں، سڑک حادثے، ہوائی حادثے، کارخانوں کے حادثے، مشینی حادثے، اس میں بھی مرنے والے عموما مرد ہی ہوتے ہیں، اسی طرح اکثر ممالک میں دفاعی نظام مضبوط کرنے کے لئے آئے دن اسلحہ سازی کے تجربات ہورہے ہیں جس میں کئی لوگ جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں، ان ہلاک شدگان کی تعداد کبھی نہیں بتائی جاتی، تاہم یہ یقینی ہے کہ اس میں بھی زیادہ مرنے والے مرد ہی ہوتے ہیں، اسی طرح جرم کی پاداش میں روزانہ ہزاروں مرد پکڑے جاتے ہیں، اور جیل کی سلاخوں کے پیچھے انہیں ڈال دیا جاتا ہے، اور عورت چوں کہ نفسیاتی لحاظ سے کمزور دل واقع ہوئی ہے، اس لئے عورت مجرمانہ ذہنیت رکھنے کے باوجود عام حالات میں وہ جرائم اور غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث نہیں ہوتی، یہ امر بھی سماج میں مردوں کی تعداد میں کمی کا باعث ہے۔

مذکورہ بالاتفصیل سے واضح ہوگیا کہ مردوں اور عورتوں کی تعداد میں فرق اور ناہمواری دنیا کا ایک مستقل مسئلہ ہے، اور یہ فرق حالت جنگ میں بھی پایا جاتا ہے اور عام حالات میں بھی، اب سوال یہ ہے کہ دونوں صنفوں کی تعداد میں فرق اور ناہمواری کے مسئلہ کو کس طرح حل کیا جائے؟ اور بیوہ عورتیں اپنی طبعی خواہش کی تکمیل کے لئے کیا کریں؟

ایک طریقہ کار وہ ہے جو ہندوؤں کے یہاں رائج تھا کہ ایسی بیوہ

عورتیں آگ میں جل کر اپنا وجود ختم کرلیں؛ تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری، یا پھر ایسی عورتیں گھر چھوڑ کر سڑکوں پر زندگی گزارنے پر راضی ہوجائیں۔ ظاہر ہے کہ اس حل پر مزید کلام کی ضرورت نہیں ہے، کوئی بھی باشعور اور ہوشمند انسان اس طریقہ کی وکالت نہیں کرسکتا۔

دوسرا حل وہ ہے جو مغرب نے پیش کیا ہے کہ ایسی بیوہ عورتیں رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے بغیر بہت سے مردوں سے جنسی تعلق رکھیں، اور اپنی جنسی پیاس بجھائیں، اس طریقہ کار کو اختیار کرنے کی صورت میں لازمی طور پر معاشرہ میں بے حیائی، بوالہوسی، خودغرضی، نفس پرستی جیسے اخلاق رذیلہ راہ پائیں گے، اور جس قوم میں ایسے اوصاف رذیلہ کے حامل افراد کی کثرت ہو وہ قوم علوم وفنون، صنعت وحرفت اور معیشت و سیاست میں مفلوج اور ناکارہ ہوتی ہے، اور کامیابی وترقی کی راہیں اس کے لئے مسدود ہوجاتی ہیں، اور کیا یہ حقیقت نہیں کہ آزادانہ جنسی تعلق نسل کشی اور اسقاط حمل پر منتج ہوتا ہے؛ کیوں کہ جو عورت جو محض تفریح طبع اور تسکین ذوق کی خاطر شبستان عیش وعشرت میں لطف ولذت کے کچھ لمحات بسر کرتی ہے، وہ کبھی بیج کے ثمر آور ہونے کو پسند نہیں کرسکتی؛ بلکہ مصنوعی تدابیر کے ذریعہ بیج کو غیر صالح اور غیر منتج بنانا اس کی اولین ترجیح ہوتی ہے، جس کی وجہ سے لازما آبادی میں کمی ہوتی ہے، یورپ وامریکہ کے حالیہ اعداد وشمار اس کے گواہ ہیں، اور اگر آزادانہ صنفی تعلق کی وجہ سے بچہ وجود میں آجائے تو وہ حرامی ہوتا ہے، اور یہ ذلت وعار زندگی بھر اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی، اور مسلسل اس کے دل ودماغ پر یہ چیز چھائی رہتی ہے، اور نفسیاتی طور پر اسے پریشان اور کبیدہ خاطر کیے رکھتی ہے؛ جس کی وجہ سے وہ تعمیر تمدن اور خدمت انسانیت میں کوئی قابل قدر کردار ادا نہیں کرسکتا، دوسرے یہ کہ عارضی لطف اور ہیجانی جذبہ چوں کہ مرد وعورت کے اجتماع کا سبب بنتا ہے، اور خالص بہیمیت کے جذبہ کی تسکین ان کے پیش نظر ہوتی ہے؛ اسی لئے لازما بچہ بھی اس صفت کا وارث بنتا ہے، نیز یہ بچہ دنیا میں ایسے وقت قدم رکھتا ہے جب کہ اس کے ماں باپ اس کا خیر مقدم کرنے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتے، پھر باپ اس کی تربیت اور اس کی پرورش سے مکمل طور پر دست بردار ہوجاتا ہے، صرف ماں اس کی نگہداشت کرتی ہے، اور اس کی پرورش کرتی ہے جس میں بھی ایک گونہ بیزاری اور ناپسندیدگی شامل ہوتی ہے، اور دادا، نانا، دادی، نانی کی سرپرستی اور ان کی محبت وشفقت سے یہ بچہ محروم ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ ایسا بچہ کامل اور اچھا انسان ثابت نہیں ہوسکتا؛ جو کائنات کی تعمیر وترقی میں حصہ لے سکے۔

تیسرے جب عورت کی توبہ شکن جوانی ڈھلنے لگتی ہے، چاند سے چہرے کی رونق وتازگی رخصت ہونے لگتی ہے، لہراتی اور بل کھاتی ہوئی زلف عنبریں کی شاخیں ایک ایک کر کے گرنے لگتی ہیں، چشم غزال کی سی آنکھوں کی رعنائی و زیبائی ختم ہوجاتی ہے تو یہی عورت معاشرہ کا ناقابل برداشت بوجھ بن جاتی ہے، وہی عورت جو اپنے ناز وادا کی وجہ سے محفل کی جان ہوتی تھی، بزم کا سرور اور اس کی شمع ہوتی تھی، بڑے بڑے صاحب ثروت اس کے اردگرد منڈلاتے تھے، اور اس کا تقرب ونیاز حاصل کرنے کے لئے کوشاں رہتے تھے، پیرانہ سالی میں وہی عورت کھانے اور ضروریات زندگی پورا کرنے کے لئے ترستی ہے، اور انتہائی لاچاری وبےبسی کے ساتھ زندگی کاٹتی ہے؛ بلکہ اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ ایسی عورتوں میں خودکشی کا رجحان روز افزوں ہے۔

جب کہ اسلام نے دونوں صنفوں میں باہمی فرق کا حل تعدد ازدواج کی اجازت اور اس کی ترغیب وتحریض کے ذریعہ پیش کیا ہے، جس سے ایک بیوہ عورت باعزت طور پر زندگی گزار سکتی ہے، اور بیوہ عورت دوسرا نکاح کر کے شوہر کی عنایات وتوجہات حاصل کرسکتی ہے، پیرانہ سالی میں بچے اس کی خدمت کرتے ہیں، اس کی ضروریات کا انتظام اور اس کا خرچ بچے برداشت کرتے ہیں، اور اس کی خدمت کو اپنے لئے بڑی سعادت اور خوش قسمتی تصور کرتے ہیں۔

☆ جو مذہب یا قانون معاشرہ میں عصمت وعفت کی حفاظت کرنا چاہتا ہے، اور بے حیائی اور فحاشی کے سیل رواں کو روکنا چاہتا ہے، اس کے لئے تعدد ازدواج کی اجازت دینا ازبس ضروری ہے؛ کیوں کہ ایک تو معاشرہ میں بعض لوگ خوشحال اور فراخدست ہوتے ہیں، بآسانی وہ ایک سے زائد بیویوں کا نفقہ برداشت کرسکتے ہیں، دوسرے ایک عورت ہر زمانہ میں صحبت کی متحمل نہیں ہوتی، (بقیہ صفحہ ۲۶ / پر)

مسلم پرسنل لا بورڈ کا تاریخ ساز پچیسواں اجلاس عام

بتاریخ: ۱۸/۱۹/اور ۲۰/نومبر ۲۰۱۶ء بمقام کلکتہ

نور جہاں شکیل (رکن مجلس عاملہ بورڈ، کلکتہ)

الحمد للہ مسلم پرسنل لا بورڈ ہندوستان کے مسلمانوں کا ایک متفقہ بورڈ ہے، جس میں تمام مسالک کے علماء و مشائخ شامل ہیں اور شریعت کے تحفظ کے لئے سب کی ایک ہی آواز ہے یہ اتحاد اس لئے ہے کہ الحمد للہ اسلام وہ مذہب ہے جس کے ماننے والے دنیا کے کسی حصہ میں بستے ہوں لیکن وہ ایک ہی اللہ کی عبادت کرتے ہیں، ایک ہی قرآن کو اپنا راہنما سمجھتے ہیں اور ایک ہی نبی جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا آخری نبی تسلیم کرتے ہیں اور ایک ہی طریقہ عبادت پر یقین رکھتے ہیں۔ ساری دنیا کے مسلمانوں کا ان احکامات پر اجماع اور ان پر عمل پیرا ہونا ہی ان کے ایمان واتحاد ملی کا ثبوت ہے۔ اسلام کی یہی وہ خصوصیات ہیں جو دشمنوں کی آنکھوں میں کھٹکتی ہیں اور جس میں دراڑیں ڈالنے کی وہ ہمیشہ کوشش کرتے ہیں۔

کلکتہ کے اس اجلاس کے صدر مجلس استقبالیہ جناب سلطان احمد صاحب رکن مسلم پرسنل لا بورڈ اور ایم پی مغربی بنگال نے فرمائی اور کلکتہ کی معروف شخصیت جناب حاجی جمیل منظر صاحب نے بحیثیت جنرل سکریٹری مجلس استقبالیہ جملہ انتظامی امور کی نگرانی کی۔ بیرون کلکتہ سے بڑی تعداد میں بورڈ کے ممبران اور مدعوئین، خواتین و حضرات تشریف لائے تھے، سب کے طعام و قیام کیلئے خصوصی نظم کیا گیا تھا۔ مغربی بنگال میں بورڈ کے ممبران میقاتی و اساسی نیز دیگر ملی کارکنان و معاونین نے بڑی ذمہ داری کے ساتھ جملہ کاموں کی انجام دہی میں تعاون کیا۔ کئی کتابوں کا اجراء بورڈ کے جنرل سکریٹری جناب مولانا محمد ولی رحمانی صاحب اور صدر محترم کے دست مبارک سے عمل میں آیا۔ کلکتہ میں مسلم خواتین کی واحد تنظیم آل بنگال مسلم ویمن ایسوسی ایشن (جس کی صدر نور جہاں شکیل اور اعزازی سکریٹری صبوحی عزیز ہیں) نے بھی اپنی خدمات پیش کیں۔ بورڈ کے اجلاس سے قبل آل بنگال مسلم ویمن ایسوسی ایشن کی طرف سے خواتین کے کئی بڑے اجتماعات کا نظم کیا گیا تھا۔ ۱۸/نومبر کو تمام مہمان خواتین کیلئے ڈنر بھی ایسوسی ایشن کی طرف سے پیش کیا گیا۔

۱۸/اور ۱۹/نومبر اور ۲۰/نومبر کو پہلے پہر بورڈ کے مجوزہ پروگرام بڑے نظم ونسق کے ساتھ تکمیل پذیر ہوئے، ۲۰/نومبر شام پانچ بجے سے پارک سرکس کے وسیع وعریض میدان میں جلسۂ عام کا پروگرام تھا۔ دو بجے دن سے ہی دور دراز علاقوں سے لوگ میدان میں جمع ہونا شروع ہوگئے تھے۔ پانچ بجتے بجتے پورا میدان لوگوں سے بھر چکا تھا، خواتین نے بھی بڑی تعداد میں شرکت کی ان کیلئے نشست کا علیحدہ انتظام تھا۔ شریعت اسلامی کے تحفظ کیلئے لاکھوں کی تعداد میں فرزندان توحید کا یہ اجتماع یقیناً آنکھوں کو خیرہ کرنے والا ہی نہیں بلکہ دشمنان اسلام کیلئے ایک تازیانہ عبرت ہے۔

ملک کے دور دراز حصوں سے تشریف لانیوالے ہمارے علماء کرام، دانشوران قوم اور اکابرین ملت مبارکباد کے مستحق ہیں جنہوں نے اپنی بصیرت افروز تقاریر میں شریعت کی وضاحت کے ساتھ اسلام کی تعلیمات پر زندگی بسر کرنیکی تلقین کی۔ دراصل اسلام کا مطلب ہی اللہ

کے حکموں کے آگے بلاچوں چرا سر تسلیم خم کردینا ہے۔ اسلام زندگی کے ہر گوشہ کی راہنمائی کرتا ہے، ضروری ہے کہ ہم دین کی تعلیمات کو سمجھیں اور ایک پاکیزہ معاشرہ کی تشکیل میں اپنا دینی فریضہ انجام دیں۔ ہم ایک عظیم ملک میں رہتے ہیں یہ ہمارا ملک ہے، بحیثیت ایک محبّ وطن اس سرزمین اور یہاں کے رہنے والے تمام برادران وطن کا ہم پر حق ہے، ہمارا دین ہمیں امن آشتی اور باہمی رفاقت کے ساتھ زندگی بسر کرنے اور اسلام کا پیغام عام کرنے کی تلقین کرتا ہے۔

مسلم پرسنل لا بورڈ کے اس اجلاس عام میں علماء کرام نے لاکھوں مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے ان کی ملی وشرعی ذمہ داریوں کا احساس دلایا اور دینی تعلیمات کی روشنی میں زندگی بسر کرنیکی تلقین کی۔ بورڈ کا اپنا کوئی مسلک نہیں وہ ہر مکتبہ فکر اور ہر مسلک کے علماء کے ساتھ مل کر مسلمانوں میں اصلاح معاشرہ کا ایک اہم فریضہ انجام دیتا ہے نیز شریعت کے خلاف جب بھی ملک میں کوئی آواز اٹھتی ہے یا اس میں کسی طرح کی مداخلت کی کوشش کی جاتی ہے بورڈ اس کی مدافعت میں آواز بلند کرتا اور ضرورت کے مطابق چارہ جوئی کرتا ہے۔ مسلمانوں کے پرسنل لا (عائلی قوانین) انسانوں کے بنائے ہوئے نہیں بلکہ ان کا انحصار قرآن وسنت پر ہے، ہمارے ملک کا قانون بھی یہاں رہنے والی تمام اقلیتوں کو اس کی اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنی شریعت پر چلیں، اپنے رسم و رواج پر عمل پیرا ہوں، اپنی مرضی کے مطابق اپنے تعلیمی ادارے قائم کریں اور اپنے رہن وسہن، کھانے پینے میں کلی مختار ہوں۔

آج دشمنان اسلام طلاق ثلاثہ اور مسلمان عورت کی ہمدردی کے نام پر شریعت اسلامی پر مداخلت کی کوشش کررہے ہیں۔ انہیں مسلمان عورت کی مظلومیت نظر آرہی ہے لیکن ہندو عورت کی بیچارگی اور بے بسی نظر نہیں آتی۔ خود مودی جی کی بیگم کے حال زار پر نظر کریں وہ بھی اس کی مستحق ہیں کہ انہیں ان کا حق دلایا جائے۔ دراصل ان کا ایجنڈا ہی مسلمانوں میں بے چینی پیدا کرنا اور دین محمدی کو نشانہ بنانا ہے، ابھی تھوڑا عرصہ قبل سبرامنیم سوامی زی ٹی وی پر فرما رہے تھے کہ اب ہمارا ایجنڈا یہی ہے کہ ہندو جو اس ملک کی آبادی کا اسی فیصد حصہ ہیں انہیں جوڑیں اور مسلمان جو بیس فیصد ہیں ان کی صفوں میں انتشار پیدا کریں۔ جو مسلمان یہ تسلیم کریں کہ ان کے پوروج ہندو تھے وہ اپنے دھرم میں لوٹ آئیں ہم ان کے ساتھ ہیں۔ سبرامنیم جی کہتے ہیں کہ سات فیصد مسلمان آج بھی ہمارے ساتھ ہیں یعنی شیعہ، بریلوی اور قادیانی، انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے وائس پریسیڈنٹ جناب سید کلب صادق صاحب شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے ہیں، بریلوی علماء حضرات بورڈ سے اپنی حمایت کا برابر اظہار کرتے رہتے ہیں۔ رہے قادیانی انہیں خود ہم مسلمان تسلیم نہیں کرتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری خطبہ میں فرمایا تھا ''میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب قرآن اور دوسری نبی کی سنت۔ جب تک تم اس پر عمل پیرا رہو گے گمراہ نہیں ہوگے''۔ ہمیں اپنے نبی کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے اپنی صفوں کو درست کرنا ہے اور دین سے غفلت کی بنا پر آج ہمارے معاشرہ میں جو خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں ان کے سدباب کی ہر امکانی کوشش کرنا ہے، تب ہی ہم بادمخالف کا مقابلہ کرسکیں گے۔ طوفان جتنا شدید ہوتا ہے اس کی مدافعت کیلئے اتنے پختہ بند کی ضرورت پڑتی ہے۔ اصلاح معاشرہ آج وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ماضی میں وقتاً فوقتاً اپنے نبیوں کو اصلاح معاشرہ کیلئے دنیا میں بھیجا ہے، لیکن اب رسول اکرم کے بعد نبیوں کی آمد کا یہ سلسلہ بند ہوگیا اب نہ کوئی نبی آئیگا اور نہ کوئی رسول آئیگا۔ اب اس فرض منصبی کی ادائیگی کی ذمہ داری خود امت مسلمہ پر ہے۔

بورڈ کی سرگرمیوں کا مختصر خاکہ

مرتب: ڈاکٹر محمد وقار الدین لطیفی ندوی

اپریل تا جون ۲۰۱۷ء کے درمیان بورڈ کی سرگرمیاں ذیل میں پیش کی جارہی ہیں۔ اس دوران ۱۵/۱۶/اپریل ۲۰۱۷ء کو مجلس عاملہ کا ایک اجلاس دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں منعقد ہوا پوری کارروائی علیحدہ سے شریک اشاعت کی گئی ہے اور بورڈ کی دیگر سرگرمیاں بالترتیب پیش خدمت ہیں۔

- مسلم پرسنل لا بورڈ نے ملک گیر پیمانے پر مسلم پرسنل لا کے سلسلہ میں دستخطی مہم کی تحریک شروع کی اور اس کا خاص اثر بھی ہوا اور کروڑوں کی تعداد میں دستخط موصول ہوئے ان تمام دستخطوں کو ہارڈ ڈسک میں کر کے مؤرخہ ۱۳/اپریل ۲۰۱۷ء کو لا کمیشن کے چیرمین کی خدمت میں پیش کیا گیا اس کے بعد حسب ذیل پریس بیان جاری کیا گیا:

مسلم پرسنل لا بورڈ نے پانچ کروڑ دستخط کی کاپی لا کمیشن کے حوالہ کی

نئی دہلی: ۱۳/اپریل ۲۰۱۷ء

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا ایک اعلی سطحی وفد بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی قیادت میں آج شام چار بجے لا کمیشن آف انڈیا کے چیرمین جناب جسٹس بلبیر سنگھ چوہان سے ملا۔ اس وفد نے چیرمین لا کمیشن کے سامنے مسلم پرسنل لا بورڈ کی طرف سے ملک گیر پیمانے پر چلائی گئی دستخطی مہم کی تفصیلات کی کاپی پیش کیں جو شریعت کی حمایت میں ہیں اور یونیفارم سول کوڈ کی مخالفت کرتے ہیں اس ملک میں، اس کی پوری تفصیلات فراہم کرنے کے لئے بورڈ کا یہ وفد ان سے ملا۔

وفد نے بتایا کہ ہندوستان کا آئین اس ملک کے تمام مذاہب کو اپنے مذہبی معاملات میں عمل کرنے کی مکمل آزادی دیتا ہے اور یہ صاف طور پر کہا کہ مسلمان شرعی قوانین میں کوئی تبدیلی یا بدلاؤ نہیں چاہتے اور ہر حال میں شرعی قوانین کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ حکومت شرعی معاملات میں دخل اندازی نہ کرے۔ شرعی معاملات میں حکومت کی دراندازی ناقابل قبول ہے، مذہبی آزادی ہمارا آئینی حق ہے، اور یونیفارم سول کوڈ ہمیں کسی درجہ میں پسند نہیں۔ اس لئے آپ سے گذارش ہے کہ آپ ایسی کوئی سفارش نہ کریں جو مسلمانوں کے واضح آئینی حقوق کے خلاف ہو۔ ہمیں اپنے آئین اور قانون کی دفعات ۲۵/۲۶/ اور ۲۹/ کے تحت اپنے مسلک اور مذہب پر زندگی گزارنے کا پورا حق ہے۔

پورے ملک کے تمام صوبوں سے 48347596 دستخط اسکی حمایت میں موصول ہوئے جسمیں 27356934 ہماری بہنوں نے اور 20990662 مردوں نے ان چیزوں کی حمایت میں دستخط کئے ہیں اور یونیفارم سول کوڈ کی مخالفت میں اپنی رائے ظاہر کی ہیں۔ اس وفد نے ان تمام دستخطی مہم کی تفصیلات کے ساتھ ایک ہارڈ ڈسک Hard Disk چیرمین لا کمیشن کو پیش کی۔

اس وفد میں درج ذیل حضرات شریک ہوئے۔

مولانا محمد ولی رحمانی صاحب، مولانا محمد فضل الرحیم مجددی صاحب، مولانا سید محمود اسعد مدنی صاحب، مولانا محمد علی محسن تقوی صاحب، مولانا توقیر احمد رضا خان صاحب، ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ، محترمہ نگہت پروین خان صاحبہ، محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ، جناب ایم آر شمشاد ایڈوکیٹ صاحب، مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب، جناب نیاز فاروقی ایڈوکیٹ صاحب، مولانا محمد احمد صاحب، ڈاکٹر سید قاسم رسول الیاس صاحب، جناب شکیل احمد سید ایڈوکیٹ صاحب، ڈاکٹر محمد وقار الدین لطیفی صاحب، جناب احتشام رحمانی صاحب اور جناب فہد عباسی صاحب۔

- ۱۵/۱۶/اپریل کو دارالعلوم ندوۃ العلماء میں بورڈ کی مجلس عاملہ کا اہم اجلاس منعقد ہوا جس کے بعد ۱۶/اپریل کو حسب ذیل پریس بیان جاری کیا گیا:

لکھنؤ۔ ۱۶/اپریل ۲۰۱۷ء۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا ایک اہم اجلاس ۱۵، ۱۶ اپریل ۲۰۱۷ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں منعقد ہوا۔ بورڈ کے موقر صدر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے صدارت کی۔ اور حضرت مولانا محمد ولی رحمانی جنرل سکریٹری بورڈ نے کارروائی چلائی، جنرل سکریٹری بورڈ نے اپنے افتتاحی کلمات میں ان کاموں کی طرف متوجہ کیا جو حالیہ عرصہ میں بورڈ نے انجام دیا اور ان مسائل پر گفتگو کی جو اس وقت درپیش ہیں۔ اور جن پر اس اجلاس میں غور کرنے کی بات طے پائی تھی۔

اس اجلاس میں باتفاق رائے جو باتیں طے کی گئیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱) اسلامی شریعت میں عورتوں کو جو عزت اور حقوق دیئے ہیں کسی مذہب اور قانون میں اس کی مثال نہیں ملتی، اس نے عورتوں کو مختلف حیثیتوں سے میراث میں حق دیا۔ نکاح کے معاملہ میں عورتوں کو بااختیار بنایا۔ اگر وہ رشتۂ نکاح کو کسی وجہ سے ختم کرنا چاہتی ہیں تو دارالقضاء کے ذریعہ علیٰحدگی حاصل کرنے کی گنجائش فراہم کی، ذمہ داریاں مردوں پر زیادہ رکھی گئیں اور حقوق عورتوں کے زیادہ رکھے گئے۔ لیکن یہ بہت افسوس کی بات ہے کہ ذرائع ابلاغ شریعت اسلامی کی سچی تصویر پیش نہیں کرتے۔ اور مسلمانوں کی شبیہ کو قصداً بگاڑنے کی کوشش کی جاتی ہے، اس لیے یہ اجلاس پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کو متوجہ کرتا ہے کہ غیر جانبداری اور سچ کی ترجمانی ان کی ذمہ داری ہے اور طرفدارانہ طور پر کسی مسئلہ کو پیش کرنا اور کسی طبقہ کو بدنام کرنا یہ ان کے پیشہ وارانہ مقام کے خلاف ہے، اس لیے انہیں چاہیے کہ وہ مسلمانوں کے موقف اور شریعت اسلامی کی منصفانہ تعلیم کو صحیح طور پر پیش کریں۔

(۲) بابری مسجد قضیہ کے سلسلہ میں بورڈ عدالت سے اپیل کرتا ہے کہ وہ تیز رفتاری کے ساتھ مقدمہ کی سماعت کرے اور جلد سے جلد زمین کی حقیت کے سلسلہ میں اپنا فیصلہ صادر کرے کیوں کہ پچھلے تجربات کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ کورٹ کے فیصلہ کے سوا اس مسئلہ کا اور کوئی حل نہیں ہے، اور بورڈ اپنے اس موقف پر قائم ہے کہ کورٹ کا جو فیصلہ ہوگا وہ ہمیں قبول ہوگا۔

(۳) طلاق کے مسئلہ میں شریعت کا موقف واضح ہے کہ بے جا طلاق دینا اور ایک ساتھ تین طلاق دینا درست طریقہ نہیں ہے، شریعت نے اس سے منع کیا ہے اس لیے بورڈ ایک وسیع عوامی تحریک چلائے گا کہ بلاوجہ طلاق نہ دیا جائے اور ضرورت پڑ جائے تو ایک سے زیادہ طلاق نہ دی جائے اس بات کو مسلمانوں کے تمام طبقات تک اور بالخصوص غریب آبادیوں تک پہنچانے کی کوشش کی جائے گی اور مساجد کے ائمہ وخطباء سے خاص طور پر مدد لی جائے گی۔ اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے بورڈ کی خاتون ارکان نے یہ بھی کہا کہ میڈیا تین طلاق کے مسئلہ کو بڑھا چڑھا کر پیش کر رہی ہے، حقیقت یہ ہے کہ مسلم سماج میں ایسے واقعات کا تناسب بہت ہی کم ہے۔

(۴) اجلاس نے نکاح وطلاق کے سلسلہ میں شریعت کے مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے ایک ضابطہ برائے طلاق بھی جاری کیا ہے، جس میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ میاں بیوی کے اختلاف کو باہمی گفتگو سے دور کرنا چاہیے، اگر آپسی طور پر معاملہ طے نہ ہو تو دونوں خاندان کے بزرگوں کو مل کر نزاع دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، اگر مصالحتی تدبیریں نتیجہ خیز نہ ہوں تب طلاق دینی چاہیے اور وہ بھی ایک طلاق، بورڈ طریقۂ طلاق کے سلسلہ میں یہ ہدایت نامہ چھاپ کر زیادہ سے زیادہ مسلمان مرد وعورت تک پہنچانے کی کوشش کرے گا۔

(۵) مسلم پرسنل لا کے سلسلہ میں گذشتہ دنوں بورڈ نے جو دستخطی مہم چلائی تھی، وہ بیحد کامیاب رہی، ۵ر کروڑ سے زیادہ مسلمانوں نے اس مہم میں حصہ لے کر واضح کر دیا کہ قانون شریعت پر انہیں پورا اطمینان ہے اور کامن سول کوڈ انہیں قطعاً قبول نہیں ہے۔ ان دستخط کرنے والوں میں پچاس فیصد سے زیادہ تعداد خواتین کی ہے۔ اور یہ تمام فارم لا کمیشن کے حوالہ کر دیئے گئے ہیں۔

(۶) اصلاح معاشرہ کمیٹی کے کاموں کو صوبہ اور اضلاع کی سطح پر منظم کیا جائے، جہیز اور عورتوں پر ظلم، رحم مادر میں لڑکیوں کا قتل، طلاق، میراث کی شرعی اصولوں کے مطابق تقسیم وغیرہ کو شامل کرتے ہوئے تمام سماجی برائیوں کے خلاف ایک موثر اور وسیع تحریک چلائی جائے۔

(۷) مسلم خواتین کے ازدواجی مسائل کو حل کرنے، شوہر و بیوی کے اختلاف کو سلجھانے اور اتفاق رائے کے ذریعہ ان کے مسائل کو نمٹانے کی غرض سے بورڈ نے ملک بھر میں دارالقضاء قائم کئے ہیں، جن کے ذریعہ ہزاروں مسلمان عورتوں کو انصاف دلایا جاتا ہے، اس نظام کو مزید پھیلایا جائے اور ضلع وتحصیل کی سطح تک خاندانی تنازعات کے حل کے لیے ایسے سنٹر قائم کیے جائیں۔

(۸) مسلم پرسنل لا کے جن مسائل کے بارے میں مسلمانوں اور غیر مسلم بھائیوں کے اندر غلط فہمی پائی جاتی ہے، ان کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے بورڈ نے تفہیم شریعت کا شعبہ قائم کیا ہے، جو قانون دانوں، دانشوروں اور صحافیوں کے پروگرام منعقد کرتا ہے اور انہیں احکام شریعت کی مصلحتوں سے آگاہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اجلاس نے طے کیا ہے کہ اس کام کو اور وسعت دی جائے اور سیمینار وسمپوزیم کے علاوہ سوشل میڈیا کا بھی اس مقصد کے لیے استعمال کیا جائے۔ اور مجلس عاملہ نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ جو لوگ ایک ساتھ تین طلاق دے دیتے ہیں، جن سے مسائل پیدا ہوتے ہیں، ایسے حضرات کا مسلمانوں کو بائیکاٹ کرنا چاہیے، یہ سماجی بائیکاٹ طلاق کی تعداد کو مزید کم کرنے میں معاون ثابت ہوگا۔

(۹) بورڈ نے اپنے پچھلے اجلاس میں اپنا -مسلم ویمن ونگ- قائم کیا تھا، یہ شعبہ بہت بہتر طور پر خواتین کے درمیان کام کر رہا ہے، مسلمان عورتیں بڑی تعداد میں اس سے جڑ رہی ہیں اور اس شعبہ کے ذریعہ خواتین کے درمیان سماج سدھار کی مہم شروع کی گئی ہے، امید ہے کہ مستقبل میں اس کے گہرے اثرات مرتب ہوں گے۔ شعبہ خواتین نے مسلمان عورتوں کی شرعی وقانونی مدد کے لیے

Help Line بھی قائم کیے ہیں اور ہزاروں خواتین اس سے فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ بورڈ کوشش کرے گا کہ خواتین کے ذریعہ، خواتین کے درمیان اصلاح معاشرہ کے اس کام کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچائے۔

بورڈ کی اس نشست میں مولانا کلب صادق صاحب، مولانا جلال الدین عمری صاحب (نائبین صدر) مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب، مولانا فضل الرحیم مجددی، جناب ظفریاب جیلانی ایڈوکیٹ (سکریٹری بورڈ) کے علاوہ مولانا ارشد مدنی، مولانا انیس الرحمٰن قاسمی (پٹنہ) مفتی احمد دہلوی (گجرات)، مولانا یاسین علی بدایونی، مولانا سجاد نعمانی (لکھنو)، مولانا عبدالوہاب خلجی (دہلی)، مولانا عتیق احمد بستوی (لکھنؤ)، اسدالدین اویسی ایم پی، جناب نصرت علی (دہلی)، مولانا عبدالعلیم قاسمی (بھٹکل)، جناب کمال فاروقی (دہلی)، جناب عارف مسعود (بھوپال)، جناب عبدالقدیر ایڈوکیٹ، جناب ای ابوبکر (کیرالہ)، مولانا خالد رشید فرنگی محلی، /سید اطہر علی (ممبئی)، محترمہ اسماء زہراء (حیدرآباد)، صبیحہ صدیقی، ممدوحہ ماجد وغیرہ نے شرکت کی۔ اور زیر بحث مسائل پر قیمتی آراء پیش کی۔

● ۸/مارچ ۲۰۱۷ء کو اخبارات میں یہ خبر آئی کہ کشمیر میں مسلم پرسنل لا بورڈ کا ایک اجلاس ہوا جبکہ یہ اجلاس بورڈ نے طلب نہیں کیا تھا اسکی وضاحت کے لئے بورڈ کے جنرل سکریٹری صاحب کی طرف سے ۸/مارچ کو حسب ذیل وضاحتی بیان جاری کیا گیا:

نئی دہلی: ۸/مارچ ۲۰۱۷ء

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ ملک کا ایک نمائندہ ادارہ ہے، اور اس کا صدر دفتر دہلی میں ہے، اب تک اس کے ۲۵/بڑے سالانہ اجلاس عام ہو چکے ہیں اور سال میں دو تین اجلاس مجلس عاملہ کے ہوا کرتے ہیں، اور اس کے دست و بازو کی حیثیت سے اسکی مختلف کمیٹیاں، اصلاح معاشرہ، دارالقضا، تفہیم شریعت، قانونی امور، آثار قدیمہ اور لازمی نکاح رجسٹریشن وغیرہ کے نام سے کمیٹیاں ہیں جو اجلاس عام اور مجلس عاملہ کے فیصلوں کی روشنی میں اپنا کام بخوبی انجام دے رہی ہیں، مسلم پرسنل لا بورڈ کی کوئی علاقائی یا صوبائی یونٹ نہیں ہے، ابھی ایک دن پہلے مسلم پرسنل لا بورڈ کے حوالہ سے یہ خبر شائع کی گئی کہ بورڈ کا جموں و کشمیر میں مسلم پرسنل لا کے موضوع پر نمائندہ اجلاس ہوا، واضح رہے کہ بورڈ نے کشمیر میں کوئی اجلاس طلب نہیں کیا تھا، کشمیر میں ہونے والے اس اجلاس سے مسلم پرسنل لا بورڈ کا کوئی تعلق بھی نہیں ہے، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے اپنے وضاحتی بیان میں ان خیالات کا اظہار فرمایا۔ انہوں نے مزید کہا کہ دہلی کے ایک معاصر روزنامہ نے کشمیر میں مسلم پرسنل لا کے موضوع پر بورڈ کی طرف سے جلسہ کے انعقاد کی خبر دی ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ بورڈ نے کشمیر میں کوئی اجلاس طلب نہیں کیا تھا اور اس اجلاس سے بورڈ کا کسی طرح سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ بالکل بے بنیاد خبر ہے۔

● دین اور دستور بچاؤ تحریک

دین اور دستور بچاؤ تحریک کا ایک اہم پروگرام مفتی محمد نسیم رحمانی صاحب کی نگرانی میں ۲۵/دسمبر ۲۰۱۶ء کو مہاویر انکلیو اتم نگر دہلی میں منعقد ہوا۔ جس کی مختصر رپورٹ حسب ذیل ہے:

اگر ہندوستان کی مٹی کو نچوڑا جائے تو اس سے علماء کرام کی وفائی اور جاں نثاری کا خون نکلے گا چونکہ وطن عزیز کی آزادی کیلئے پہلی جنگ علماء نے کی، دہلی کے چاندنی چوک سے لال قلعہ اور جامع مسجد تک تمام درختوں پر علماء کی گردنیں لٹکی ہوئی تھیں اور نالوں سے پانی کے بجائے خون نکل رہا تھا۔ یہ جمہوری ملک ہے، یہاں ہر مذہب کو پوری مذہبی آزادی ہے، کسی ایک مذہب کی تہذیب تھوپنا جمہوریت کا قتل ہے کیونکہ وندے ماترم، سوریہ نمسکار اور یوگا شرکیہ ہے۔ ان باتوں کا اظہار ''دین و دستور بچاؤ تحریک'' کے پروگرام میں مفتی محمد نسیم رحمانی نے علماء کرام سے خطاب کے دوران کیا، مہاویر انکلیو جنکپوری نئی دہلی میں منعقد علماء، ائمہ عظام اور عوام الناس کی میٹنگ سے خطاب کرتے ہوئے مفتی رحمانی نے کہا کہ یہ تحریک حضرت مولانا محمد ولی صاحب کی قیادت اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب کی صدارت میں بڑی تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے، میٹنگ میں موجود مولانا قاسم مظاہری نے کہا کہ اس تحریک سے جڑنا ہم سب کا ایمانی تقاضہ ہے جبکہ مفتی امجد صاحب نے کہا کہ ہمارے ساتھ دلت اور سکھ بھائی بھی جڑ رہے ہیں، اظہار خیال کرنے والوں میں عیاض ندوی، مولانا منظور صاحب قاسمی اور حافظ معصوم بھی پیش پیش رہے۔ تمام لوگوں نے مہاویر انکلیو اتم نگر دہلی میں ۲۵ دسمبر ۲۰۱۶ کے اجلاس کو کامیاب بنانے میں پیش پیش رہے بالخصوص مولانا غلام رسول قاسمی، نصر اللہ شیخ، بھائی مجاہد، جناب ڈاکٹر اشرف الحق، حسین صاحب، جناب اخلاق، جناب سعداللہ، احمد بردھان صاحب، ابولیث انصاری وغیرہ۔ اجلاس کی صدارت فرما رہے حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الدین، رکن مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند نے فرمایا کہ دین و دستور بچاؤ تحریک کا بنیادی مقصد یہ بھی ہے کہ ہم اپنی اصلاح خود کریں اور ضرورت ہے کہ اپنے تمام ملکی اختلافات کو بھلا کر کلمہ کے پلاٹ فارم سے دنیا کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوئے حسنہ سے آگاہ

کریں اور دین ودستور کے حقوق کی حصول یابی کے لئے شیشہ پگھلائی ہوئی دیوار کی طرح ایک ہو جائیں، اکابر مسلم پرسنل لا بورڈ کی رہنمائی میں مفتی محمد نسیم رحمانی نے پورے دہلی میں شمع جلائی ہے، انشاءاللہ اس شمع کی روشنی پورے ملک میں پھیلے گی، ہم سب تن، من، دھن سے مفتی صاحب کے ساتھ ہیں۔اظہار خیال کرنے والوں میں مولانا ہارون، مولانا شاہد، حافظ عتیق الرحمان، مولانا مصطفےٰ قاسمی، مولانا جمیل قاسمی، علامہ شاہد رضا رضوی وغیرہ منتظمین میں مولانا غلام رسول شیخ، جناب نصراللہ شیخ، جناب مجاہد، نائب صدر جمعیت علماء ہند مغربی دہلی وغیرہ۔

ویمنس ونگ کی سرگرمیاں

(۱) ویمنس ونگ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کی جانب سے خواتین و طالبات کیلئے نئی دہلی میں ''تحفظ شریعت اور اصلاح معاشرہ کانفرنس 2017'' کا کامیاب انعقاد مؤرخہ ۲۸ رجنوری ۲۰۱۷ء ایوان ، غالب ، غالب انسٹی ٹیوٹ ، میں 2 بجے دن عمل میں آیا۔کانفرنس میں پرانی، نئی دہلی اور اوکھلا کی خواتین و طالبات کثیر تعداد میں موجود تھی۔

کانفرنس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔محترمہ زینب مجاہدہ رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے درس قرآن پیش کیا۔محترمہ زینت مہتاب صاحبہ رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے شریعت اسلامی کا تعارف اور اسکی اہمیت اور ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ شریعت اسلامی اللہ کا نازل کردہ دستور حیات ہے۔اسمیں انسان کی پیدائش سے لیکر موت کی تمام امور میں رہنمائی و رہبری شریعت اسلامی آسان، سہل، قابل عمل ضابطہ حیات ہے۔جس کے ہر پہلو میں خواتین کیلئے ہدایت، رحمت اور تحفظ ہے۔

محترمہ عطیہ صدیقی صاحبہ ناظمہ جماعت اسلامی ہند و رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے خواتین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ شریعت کے احکام مرد و عورت دونوں کیلئے باعث رحمت ہے۔ہمارے خالق نے ہمارے فائدے کیلئے اسے نازل کیا۔شریعت اسلامی ہمارے لئے اللہ کا احسان ہے۔اس سے انحراف اللہ کے غضب کو دعوت دینے کا باعث بنتا ہے۔خواتین مستقل مزاج، عزم و حوصلے کے پکی ہوتی ہیں۔اگر وہ اپنی صلاحیتوں کو مصیبت و مشکل وقت میں استعمال کرے اور اسلامی تعلیمات کو سمجھ کر اپنے گھر کی اصلاح کرے تو پورے سماج میں ایک بہتر انقلاب رونما ہوسکتا ہے۔

مسؤلہ ویمنس ونگ ڈاکٹر اسماء زہرہ نے تحفظ شریعت کے عنوان پر مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ شریعت کے تحفظ اور بقاء کیلئے دو سمتوں میں کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ایک ملک کے دستور میں مسلم پرسنل لا کو دی گئی ضمانتوں کا تحفظ، دوسری کوشش یہ کہ ہماری اپنی نجی، عائلی، خاندانی، سماجی اجتماعی زندگی میں شریعت کا نفاذ۔

انھوں نے کہا کہ شریعت اسلامی میں عورت و مرد دونوں کو مساوی حقوق دیئے گئے ہیں اور نکاح میں لڑکی کی مرضی کو لازم قرار دیا گیا ہے، حق وراثت میں مرد و عورت کے درمیان کسی طرح کا امتیاز نہیں ہے، بیٹیوں کی پرورش، تعلیم و تربیت پر جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔شریعت اسلامی میں مسلم خواتین ہر طرح محفوظ، مطمئن، اور خوش وخرم ہے۔شریعت اسلامی میں مرد و عورت دونوں کے دائرے مقرر ہیں۔شریعت اسلامی میں کسی قسم کا Gender Bais نہیں ہے۔

انھوں نے کہا کہ جس سماج میں جنسی امتیاز ہے وہاں رحم مادر میں بیٹیوں کو قتل کیا جاتا ہے۔انکی پرورش کو بوجھ سمجھا جاتا ہے۔جہیز کے نام پر عورتوں کو جلایا جاتا ہے۔جنسی تشدد اور Crimes Against Women، Rape, Killing,Murders ایسے سماجوں میں بہت زیادہ ہیں۔اسکے مقابلے میں مسلم سماج میں عورتیں محفوظ ہیں۔خواتین کے ساتھ حسن سلوک اور معروف طریقہ سے پیش آنے کا شریعت میں حکم ہے۔مسلم معاشرہ عورتوں کو گھر کی نعمت سے نوازتا ہے اور عورتوں کو ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کی حیثیت سے باعزت مقام عطا کرتا ہے۔اسکے علاوہ اسلامی معاشرہ میں عورتوں کو نیکی، خیر، فلاح کے کاموں میں برابر کا حق دیا گیا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہیکہ ہماری مائیں و بہنیں شریعت اسلامی کے روشن پہلوؤں کا بغور مطالعہ کریں اور اپنی زندگی کا ایک مضبوط لائحہ عمل ترتیب دیکر شریعت اسلامی کے علمبردار بن جائیں۔شریعت اسلامی کا تحفظ اسی وقت ممکن ہے جب ہماری مائیں اپنی زندگی کے عظیم مقصد کو سمجھ کر اپنی صلاحیت، وقت اور قابلیت کو اس کام میں لگائیں۔

محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ، رکن عاملہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے نکاح نامہ کے گائیڈ لائنز پر روشنی ڈالی اور کہا کہ نکاح رسول ﷺ اور انبیاء کی سنت ہے۔اس لئے ضروری ہیکہ اسے مسنون طریقہ پر انجام دیا جائے اور تمام خلاف شرع امور سے بچا جائے۔نکاح میں لڑکے یا اسکے سرپرستوں کی طرف سے نقد رقم، جہیز یا اسکے مہمانوں کیلئے دعوت کا مطالبہ کرنا خلاف شرع اور سخت گناہ ہے۔نکاح کو آسان بنایا جائے اور فضول خرچی سے اجتناب کیا جائے، رسول ﷺ نے ایسے

نکاح کو بابرکت قرار دیا ہے جس میں کم اخراجات ہوں۔

ڈاکٹر عالیہ خلجی صاحبہ رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے کانفرنس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اس دور میں مسلمانوں کو ہر روز نئے نئے چیالنجس کا سامنا ہے ایسے میں اصلاح معاشرہ ہماری، آپ کی اور ملت اسلامیہ کی تمام خواتین کی ذمہ داری ہے۔ہم معاشرہ میں سدھار چاہتے ہیں تو ہم کو شروعات اپنے گھر اور خود اپنے آپ سے کرنی ہوگی۔معاشرے کی اصلاح افراد کی اصلاح سے ہی ممکن ہے۔اور یہ اصلاح ہم اپنی زندگیوں میں اسلامی شریعت کے نفاذ سے لا سکتے ہیں۔

اسکے علاوہ اہم عنوانات پر خواتین اراکین مسلم پرسنل لا بورڈ دیگر مقررات نے اس کانفرنس کو مخاطب کیا۔اس کانفرنس میں سینکڑوں کی تعداد میں خواتین وطالبات نے شرکت کیں۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ ویمنس ہیلپ لائن ٹول فری نمبر 1800 102 8426 کی خدمات سے خواتین کو واقف کروایا گیا، کنو ینر تحفظ شریعت کانفرنس محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ نے خواتین سے اپیل کی کہ وہ اپنے عائلی تنازعات کو شریعت کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کریں اور مقامی دارالقضاء سے رجوع ہوں۔دعاء پر کانفرنس کا اختتام عمل میں آیا۔

(۲) ویمنس ونگ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے خواتین و طالبات کیلئے دیوبند میں ایک روزہ تحفظ شریعت اور اصلاح معاشرہ کانفرنس مؤرخہ ۲؍فروری ۲۰۱۷ء کو زیر صدارت ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ، مسؤلہ ویمنس ونگ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ بوقت صبح دس بجے تا شام ۵؍بجے بمقام: ہیرا پیلس، عیدگاہ روڈ، دیوبند میں بہت ہی کامیابی سے منعقد ہوئی۔

کانفرنس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔کانفرنس کے پہلے سیشن میں مہمان خصوصی پروفیسر شکیل احمد قاسمی صاحب، صدر شعبہ اردو پٹنہ بہار، نے عورتوں کی آزادی کے معاملے پر مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اسلام میں عورت کو آزادی 14 سو سال قبل ہی عطا کر دی گئی تھی۔آج جو freedom کی بات کہی جاتی ہے۔خلفاء راشدین و امیر المؤمنین کے دور میں مسلم خواتین آزاد تھیں۔ امیر المؤمنین خواتین کا مشورہ قبول فرماتے تھے۔

انھوں نے کہا کہ شریعت اسلامی نے عورت کو نکاح میں رضا مندی کا حق دیا، مہر کا حق عطا کیا، نفقہ کی ذمہ داری مرد پر ڈالی گئی، خلع کا حق اور وراثت میں بیٹیوں اور بہنوں کو حق عطا کیا گیا۔

انھوں نے کہا کہ ہمارے ملک ہندوستان میں مختلف رسم و رواج اور تہذیبیں پائی جاتی ہیں، زبانیں الگ الگ ہیں، شادی بیاہ کے معاملے میں ہندو طبقہ میں نارتھ انڈیا اور ساؤتھ انڈیا میں الگ الگ رواج ہیں۔اس کثیر اللسانی اور مختلف تہذیبوں والے ملک میں یکساں سول کوڈ کا نفاذ ممکن نہیں۔

مہمان خصوصی مولانا فرید الدین صاحب استاذ حدیث دار العلوم وقف دیوبند نے کانفرنس میں خواتین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اہل ایمان اور اہل شریعت کو، شریعت اسلامی کا پابند ہونا ہوگا تب ہی شریعت کا تحفظ ممکن ہوگا۔ قرآن کریم میں خطاب اہل ایمان سے ہے کہ وہ شریعت اسلامی کی پوری پابندی کریں۔آخر میں انھوں نے اجلاس میں شریک ماؤں، بہنوں سے اپیل کی کہ اولاد کی تربیت انکی اولین ذمہ داری ہے جس کو وہ پورا کریں۔

کانفرنس کے دوسرے سیشن میں ڈاکٹر اسماء زہرہ مسؤلہ ویمنس ونگ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے صدارتی خطاب میں ''تحفظ شریعت'' کے عنوان پر مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ملک کی فسطائی طاقتیں وقفہ وقفہ سے مسلمانوں کے ذیلی لاتعلق مسائل کو مسلمانوں سے منسوب کرکے بدنام کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔طلاق، تعدد ازدواج، کثرت اولاد، قضاء، یوگا، سوریہ نمسکار، وندے ماترم، گاؤکشی جیسی باتوں میں الجھا کر مسلم خواتین کو ٹارگیٹ کرکے ملک کے عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے کہ اسلام میں مرد وعورتوں کے حقوق میں مساوات نہیں اور مسلم عورتوں پر ظلم وزیادتی ہورہی ہے وغیرہ۔

انھوں نے کہا کہ ہمارے ملک ہندوستان کی خواتین کے حقیقی مسائل، جہیز، گھریلو تشدد، عورتوں کا تحفظ، رحم مادر میں بیٹی کا قتل، دخترکشی وغیرہ ہے۔طلاق کا ایک جھوٹا پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے۔حکومت کے ایک سروے کے مطابق دوسرے مذاہب کی لڑکیوں کے مقابلے میں مسلمان عورتوں اور لڑکیوں کو بھرپور غذا ملتی ہے اور وہ غذائی کمی کا شکار نہیں، دخترکشی کا تناسب بھی مسلمانوں میں نہ کے برابر ہے۔جس سے پتہ چلتا ہے کہ بیٹیاں مسلم سماج میں محفوظ ہیں۔

انھوں نے خواتین سے گذارش کی کہ وہ شریعت اسلامی پر مکمل ایقان رکھیں۔اسکے نفاذ اور تحفظ کیلئے اپنی جان دینے کو تیار رہیں۔مسلم خواتین شریعت میں کسی بھی قسم کی تبدیلی کو ہرگز برداشت نہیں کرسکتیں۔آخر میں انھوں نے اپیل کی کہ موجودہ حالات کے مقابلے کیلئے تعلیم، تربیت، اتحاد اور اصلاح معاشرہ کی ضرورت ہے۔آپ سب خواتین اپنی صلاحیت، وقت اور پیسہ اس کام میں لگائیں تاکہ ایک صالح معاشرہ کی تعمیر وتشکیل ہوسکے۔

اسکے علاوہ مہمانان خصوصی میں خاتون ارکان بورڈ محترمہ ممدوحہ ماجد

صاحبہ رکن عاملہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور محترمہ زینت مہتاب صاحبہ رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، محترمہ عطیہ صدیقہ صاحبہ رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نئی دہلی اور دیگر مقررات میں اہلیہ جناب مولانا سید محمود اسعد مدنی صاحب جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء ہند، محترمہ صفیہ صاحبہ، اہلیہ مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب ،محترمہ حسینہ صاحبہ، اہلیہ محترمہ مفتی احمد سعد صاحب، محترمہ شائستہ صدیقی صاحبہ، اہلیہ جناب حسین احمد مدنی صاحب، محترمہ حنا صاحبہ اور کنوینر محترمہ خورشیدہ خاتون صاحبہ نے مخاطب کیا۔سینکڑوں خواتین و طالبات نے اس کانفرنس میں شرکت کیں۔دعاء پر اس کانفرنس کا کامیاب اختتام عمل میں آیا۔

(۳) ویمنس ونگ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے زیر اہتمام تیسرا ایک روزہ شمالی ہند ورکشاپ، بعنوان ''تحفظ شریعت اور اصلاح معاشرہ'' زیر صدارت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب، جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ و زیر نگرانی ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ، مسؤلہ ویمنس ونگ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ بتاریخ :4/فروری، 2017، بوقت:10 بجے دن تا 5 بجے شام، بمقام: پارک ان ہوٹل، (لال کنواں) لکھنؤ، یوپی میں زبردست کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ورکشاپ میں شمالی ہند کی ریاستوں راجستھان، نئی دہلی، اترپردیش، علی گڈھ، مرادآباد، ہریانہ، پنجاب، میرٹھ، سہارنپور، سنبھل اور دیوبند کی خواتین نے شرکت کیں۔

ورکشاپ میں جملہ تین سیشن رکھے گئے ۔پہلے سیشن کا آغاز محترمہ میمونہ خالد خاں صاحبہ، طالبہ الہدی ماڈل کالج کی قرأت کلام پاک سے ہوا۔محترمہ نگہت پروین خاں صاحبہ کوآرڈینیٹر ویمنس ونگ لکھنؤ، نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ انھوں نے ورکشاپ میں، شمالی ہند کی مختلف ریاستوں سے آنے والی بہنوں کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ آج کا یہ ورکشاپ یقیناً اس بات کی گواہی ہیکہ ہم مسلمان بہنیں اسلام کے صحیح پیغام کو دوسروں تک پہنچانے کیلئے اکٹھا ہوئیں ہیں۔۔ دین کی خدمت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے کام میں مومن مرد و مومن عورتیں ایک دوسرے کے معاون ہیں۔انبیاءؑ کی جن بیویوں نے ان کا ساتھ دیا ان کیلئے دین کی اشاعت واطاعت کا کام آسان ہوگیا۔حضرت ابراہیمؑ کا چھوٹا سا کنبہ اللہ کے حکموں پر چلنے والا بن گیا۔رسول اکرمؐ نے جب دعوت کا پیغام دیا تو سب سے پہلے آپ کا ساتھ دینے والی، اپنا مال خرچ کرنے والی، آپؐ کی معاون و مددگار اسلام کی خاتون اول ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ ہیں۔اللہ رب العزت کی طرف سے سب سے پہلا اسلام حضرت خدیجہؓ کی طرف آیا۔

حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کا ذریعہ انکی بہن بنیں، حضرت عثمان بن عفانؓ کی خالہ سعدیہ بنت قریظہؓ ایمان لانے کے بعد سب سے پہلے اپنے بھانجے کے پاس گئیں اور اسلام کی دعوت دی اور حضرت عثمانؓ ایمان لائے۔اسطرح تاریخ اسلام عورتوں کے کارناموں سے بھری پڑی ہے۔آج بھی امت مسلمہ میں کمی نہیں ہے، ایسی ماؤں کی جو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت جنید بغدادیؒ، وغیرہ جیسے جانشین پیدا کریں اور وہ اپنے نور ایمانی سے ویران دلوں کو روشن کریں۔

ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ مسؤلہ ویمنس ونگ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے ورکشاپ میں ''شریعت اسلامی کے اہم نکات'' پر پاور پاوئنٹ پریزینٹیشن کے ذریعہ روشنی ڈالی۔انھوں نے کہا کہ اسلامی نظریہ ازدواج نے نکاح کیلئے ایک سادہ قانون لوگوں کو پیش کیا۔جس کے تحت رشتہ ازدواج میں ہونے والے مسائل کا حل رکھا گیا۔نکاح کو آسان وسہل کرکے بے حیائی اور ناجائز راستوں کے تمام دروازوں کو بند کردیا گیا۔اسلام میں نکاح مرد وعورت کے درمیان شرعی اصولوں پر کیا گیا ایک معاہدہ ہے۔احکام نکاح، طریقہ نکاح اور اصول نکاح سمجھنے کی ضرورت ہے۔

دوسرے سیشن میں حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ تین طلاق کا مسئلہ جب سپریم کورٹ میں آیا تو حکومت اور میڈیا کی جانب سے یہ کوشش کی گئی کہ طلاق کے واقعات کو پرنٹ اور الکٹرانک میڈیا میں بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا اور مسلم سماج کو بدنام کیا گیا اور قانون شریعت اور قانون طلاق کو نشانہ بنایا گیا۔

انھوں نے کہا کہ ایسے حالات میں مسلمان مردوں اور خواتین پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہیکہ پوری صلاحیت اور سلیقہ کے ساتھ دلیلوں کو پیش کرتے ہوئے مثبت جواب دیں، اپنے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے حضرت مولانا نے کہا کہ طلاق کا راستہ بند کرنے اور اس کو روکنے سے مسائل سماج میں کم نہیں ہونگے بلکہ خواتین کے ساتھ ظلم وزیادتی مزید بڑھ سکتی ہے اور خواتین کی عزت اور تحفظ متاثر ہوسکتی ہے۔

انھوں نے کہا کہ شریعت میں طلاق ایک ناپسندیدہ عمل ہے مگر اسکی گنجائش رکھی گئی ہے، مسائل کی پیچیدگی کے وقت اسکو سمجھنے اور سمجھانے کی ضرورت ہے۔مسلم پرسنل لا بورڈ ایک متحدہ اور متفقہ پلیٹ فارم ہے جس میں تمام مکاتب فکر، مسالک اور جماعتوں کو متحد کیا گیا اور کوشش اس بات کی کی جاتی ہے کہ سب کا احترام کیا جائے۔

محترمہ آمنہ رضوان صاحبہ رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے ماڈل نکاح نامہ کے اصول الزوجین بتائے۔ نکاح رسولؐ اور انبیاء کی سنت ہے۔ اس لئے ضروری ہیکہ اسے مسنون طریقہ پر انجام دیں، اور تمام خلاف شرع امور سے بچا جائے، نکاح میں لڑکے یا اس کے سرپرستوں کی طرف سے نقد رقم، جہیز یا اس کے مہمانوں کیلئے دعوت کا مطالبہ کرنا خلاف شرع اور سخت گناہ ہے۔ نکاح کو آسان بنایا جائے اور فضول خرچی سے بچا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ نکاح بابرکت ہے جس میں کم اخراجات ہوں۔

محترمہ سمیہ نعمانی صاحبہ رکن مسلم پرسنل لا بورڈ نے ''آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے اغراض و مقاصد'' پیش کئے۔ محترمہ عطیہ صدیقہ صاحبہ رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے ''اصلاح معاشرہ'' پر مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ خواتین کی یہ ذمہ داری ہیکہ وہ شریعت اسلامی کا بغور مطالعہ کریں، قرآن و سیرت کی تعلیمات سے واقف ہوں اور اپنے گھر، خاندان و معاشرہ کی اصلاح کیلئے اٹھ کھڑے ہوں۔

تیسرے سیشن میں ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ مسؤلہ ویمنس ونگ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے ''تحفظ شریعت کو درپیش سیاسی و قانونی چیالنجس'' پر مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ہر قوم کی زندگی میں چیلنجس آتے ہیں۔ ہم مسلمانوں کو بھی چیالنجس کا سامنا ہے۔ ہمارے ملک میں ہماری شناخت کو مٹانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اسکے لئے ہماری شریعت پر حملہ کرکے مسلم پرسنل لا کے قانون طلاق کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے اور اسے تبدیل کرنے کی سازش حکومت' میڈیا اور عدالت کی جانب سے ہورہی ہے۔ اسلام دشمن طاقتیں مسلم عورت سے ہمدردی کے نام پر مختلف ظالمانہ قوانین تھوپنا چاہتے ہیں۔ مسلمان عورت شریعت اسلامی پر اپنا مکمل ایمان و یقین رکھتی ہے، اس سے مطمئن ہیں اور اسکے تحفظ کیلئے اپنی جانیں دینے کو تیار ہیں۔ مسلم خواتین اپنی شریعت میں کسی بھی قسم کی تبدیلی ہرگز برداشت نہیں کرینگی۔

انھوں نے آل انڈیا مسلم ویمن ہلپ لائن کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی اور ویمنس ونگ کے کام کے طریقہ کار سے واقف کرواتے ہوئے کہا کہ تعارف شریعت، تفہیم شریعت، دعوت شریعت، اصلاح معاشرہ اور سماجی برائیوں سے متاثرہ مظلوم خواتین کی خدمت ہم سب پر عائد ہوتی ہے۔ اس کام کیلئے تمام مسالک، مکاتب فکر، جماعتوں کو جوڑ کر زمینی سطح تک پہنچنے اور نوجوان طالبات اور غریب خواتین میں اصلاح معاشرہ کی کوششوں کو جاری رکھنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

انھوں نے آخر میں شرکاء ورکشاپ سے اپیل کی کہ وہ ویمنس ونگ سے جڑ کر اپنا وقت، صلاحیت اور پیسہ اس عظیم کام کیلئے لگائیں تاکہ اللہ کی رضا اور آخرت کی فلاح و کامیابی حاصل ہو۔

اس ورکشاپ میں سوال و جواب کا سیشن رہا۔ خواتین سے مشورے اور تجاویز طلب کئے گئے۔ جس میں اہم شریعت بیداری مہم، نوجوان طالبات اور غریب بستیوں میں اصلاح معاشرہ کے پروگرامس، چھوٹے بڑے شہروں میں ورکشاپ اور کونسلنگ سنٹر کا قیام اور گھریلو و عائلی اور خاندانی ازدواجی مسائل سے پریشان حال خواتین کی مدد شامل تھی۔ دعاء پر ورکشاپ کا اختتام عمل میں آیا۔

(۴) ویمنس ونگ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے خواتین و طالبات کیلئے گوا میں دو روزہ ''تفہیم شریعت اور اصلاح معاشرہ کانفرنس'' زیر صدارت ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ، مسؤلہ ویمنس ونگ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، آج کانفرنس کے پہلے دن، بتاریخ: 4 / مارچ، بروز: ہفتہ، بوقت: 10 بجے دن تا 1 بجے دن، بمقام: نورانی ہال، حویلی کورٹ، فونڈا، اور والپئی میں دوپہر 3 بجے دن تا 5 بجے شام، مڈگاؤں، گوا میں بہت ہی کامیابی سے منعقد ہوئی۔

کانفرنس کا آغاز محترمہ شبانہ صاحبہ کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ محترمہ حنا احمد رحمانی صاحبہ نے افتتاحی کلمات پیش کئے۔ انھوں نے کہا کہ اللہ تعالی کا بنایا ہوا قانون ہی انسان کیلئے بہتر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت کے مطابق قانون شریعت بنایا ہے۔ مہمان خصوصی پروفیسر رفیق النساء صاحبہ رکن عاملہ متحدہ تحفظ شریعت کمیٹی، حیدرآباد نے ''تعارف شریعت اور تفہیم شریعت'' پر مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ شریعت کے مطالعہ سے ہر مسلمان کے ایمان اور عمل صالح کی راہیں منور ہوجاتی ہیں۔ شریعت کی اطاعت مسلمانوں کیلئے لازمی ہے اور اسکی اطاعت میں ہی ہماری نجات ہے۔ انھوں نے کہا کہ ماڈرن سوسائٹی، برابری، آزادی و ترقی کے نام پر عورت کی حیثیت کو متاثر کرکے گھر اور خاندانوں کو برباد کررہی ہے۔ شریعت میں برائی، بے حیائی کے تمام دروازے بند کئے گئے ہیں۔ پاکیزہ زندگی کے اصول اور قواعد دیئے گئے ہیں۔ شوہر کو بیوی کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔

ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ، مسؤلہ ویمنس ونگ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، نے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ شریعت اسلامی کو سمجھنے کیلئے شریعت اسلامی کا بغور مطالعہ ضروری ہے۔ تعارف، تفہیم، دعوت اور تحفظ شریعت کی ذمہ داری

مردوں کے ساتھ عورتوں پر بھی برابر ہے۔مسلمان عورت کا اسلام میں بلند مقام ہے۔شریعت کے مطابق گھر اور سماج کی تعمیر وتشکیل کی ذمہ داری عورت پر ہے۔

موجودہ دور میں سماجی مسائل کو قانون شریعت سے جوڑ کر مسلم پرسنل لا اور قانون طلاق میں تبدیلی کی بات کی جارہی ہے یہ نہ صرف دستور ہند میں دیئے گئے حقوق اور مذہبی آزادی کے خلاف ہے بلکہ مسلمانوں کے ساتھ، مسلم معاشرہ میں خاندان کو برباد کرنے کی کوشش ہے۔

انھوں نے کہا کہ مسلم سماج کا مسئلہ طلاق نہیں بلکہ اصل مسائل کی جڑ دین سے دوری، خوف خدا اور آخرت میں جوابدہی کے احساس کی کمی ہے۔ جہالت، غربت، کم علمی اور لاعلمی کی وجہ سے جہیز، لین دین، اسراف، فضول خرچی، ظلم وزیادتی مسلم سماج میں داخل ہوگئے ہیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ اصلاح معاشرہ کے کام میں خواتین بھرپور حصہ لیں اور تحفظ شریعت کیلئے اٹھ کھڑے ہوں۔

خواتین و طالبات کی کثیر تعداد اس کانفرنس میں شریک تھیں جلسہ کی کاروائی محترمہ ثناء احمد رحمانی صاحبہ نے چلائی۔

(۵) ویمنس ونگ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے خواتین و طالبات کیلئے مدھیہ پردیش میں ''تحفظ شریعت اور اصلاح معاشرہ کانفرنس'' کا انعقاد عالم اسلامی کی مشہور دینی وروحانی شخصیت عارف باللہ شیخ طریقت محی السنہ وزیرصدارت حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہٰ آبادی دامت برکاتھم، اور زیرنگرانی مولانا تصور حسین فلاحی صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ اسلامیہ بنجاری اندور، بتاریخ:30/ مارچ، بروز: جمعرات، بوقت : 9:00 بجے دن تا3:30 بجے دن، بمقام : کیسر بڑی دڑا، مہو اندور، ایم پی، میں زبردست کامیابی کے ساتھ عمل میں آیا۔

کانفرنس کی مہمان خصوصی ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ، مسؤلہ ویمنس ونگ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، حیدرآباد نے اجلاس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ شریعت اسلامی کی اطاعت واتباع ہر مسلمان کیلئے لازم ہے۔شریعت اسلامی میں مرد وعورت دونوں کے ساتھ انصاف کا معاملہ ہے اور ظلم وزیادتی کسی کے ساتھ نہیں ہے۔ان دنوں میڈیا میں تین طلاق کو مسئلہ بنا کر پیش کیا جارہا ہے اور تین طلاق پر پابندی لگانے کی بات کہی جارہی ہے۔شریعت سے ناواقف کچھ نام نہاد مسلم خواتین بھی تین طلاق پر روک لگانے کی طرفداری کررہی ہیں۔جبکہ تمام مسلم خواتین مسلم پرسنل لا کے مطابق زندگی بسر کرتی ہیں اور اسمیں کسی بھی قسم کی تبدیلی کی مخالفت کرتے ہیں۔مرکزی سرکار مسلم پرسنل لا میں مداخلت نہ کرے۔انکی یہ مداخلت انتہائی غلط ہے۔انھوں نے کہا کہ ہماری زندگی کے سارے معاملات کو ہم شریعت اسلامی کی روشنی میں ہی حل کرتے ہیں۔ہم شریعت اسلامی میں مطمئن و خوش ہیں، اسمیں اگر دخل دیا جائے تو خواتین کے حق میں ناانصافی ہوگی۔قرآن کریم میں خواتین کو انکا پورا حق ومقام دیا گیا ہے۔جو سماجی مسائل ہیں، ان کیلئے اصلاح معاشرہ کی کوششوں کو تیز کرنے کی ضرورت ہے۔

انھوں نے خواتین سے کہا کہ وہ ہوشیار رہیں، میڈیا اور حکومت کی جانب سے کچھ باتوں کو لیکر شریعت کو بدنام کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

محترمہ رخسانہ صاحبہ، اجین نے کانفرنس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تین طلاق کو لیکر ایک افواہ پھیلائی جارہی ہے۔اس سے ہر مسلم خاتون کو واقف ہونا ضروری ہے۔انھوں نے حجاب کے متعلق خواتین کو بتلایا کہ اللہ نے انکی عفت وعصمت کی حفاظت کیلئے پردہ کو لازم کیا ہے۔اسلام میں خواتین کا بہت اعلیٰ مقام ہے، انکی حفاظت کی ذمہ داری ہر مرد مومن پر لازم ہے۔ڈاکٹر صوفیہ حسینی صاحبہ بھوپال نے کانفرنس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ شریعت میں کسی بھی طرح کی چھیڑ چھاڑ ہمیں برداشت نہیں ہے۔ہم اپنے مسلم پرسنل لا میں خوش ہیں۔انھوں نے کہا کہ اسلام کی تعلیمات مردوں کیلئے بھی ہے اور عورتوں کیلئے بھی۔آج ہر سماج میں بیٹی کی پیدائش کو دکھ کا باعث سمجھا جاتا ہے۔ بیٹی ہونے پر اسکی ماں کو لوگ بیچاری کہنے لگتے ہیں۔لیکن بیٹی سماج کیلئے ایک رحمت ہے۔اس لئے بیٹی والوں کو بیچاری کہنا بند کردو۔انھوں نے کہا کہ سماج کی خواتین کو تعلیم سے آراستہ کرنا ہوگا۔ بہن، بیٹیوں کو بہتر تعلیم وتربیت دلانا ہوگا، خواتین اپنے شعور کو بلند کریں۔انھوں نے نکاح کو سادگی کے ساتھ انجام دینے پر زور دیا۔

حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہٰ آبادی دامت برکاتھم، نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ اسلام میں خواتین کو اللہ تعالیٰ نے بہت ہی بلند مقام عطا کیا ہے۔دین اسلام کی اشاعت وترویج کیلئے خواتین پر بھی اتنی ہی ذمہ داری عائد ہوتی ہے جتنی مردوں پر ہے۔خواتین ہی سماج، خاندان اور معاشرہ کی تعمیر وتشکیل میں کلیدی رول ادا کرتی ہیں۔ملک ایک نازک دور سے گذر رہا ہے اور شریعت اسلامی کو نشانہ بنایا جارہا ہے۔خواتین شریعت اسلامی سے وابستہ ہوکر اپنے اٹوٹ اتحاد کا ثبوت دیں۔

اسکے علاوہ کانفرنس میں محترمہ تنویر فاطمہ صاحبہ، حیدرآباد، محترمہ ساجدہ صاحبہ اجین، محترمہ ابریقہ صاحبہ اجین نے بھی مخاطب کیا۔جنھوں نے مسلم خواتین

سے شریعت اسلامی سے وابستہ رہنے کی گذارش کی۔ کانفرنس میں مقامی کے ساتھ ساتھ قرب وجوار کی 2 ہزار سے زائد خواتین وطالبات شریک تھیں۔

اسی دن بعد مغرب خواتین و طالبات کیلئے جامعہ اسلامیہ اسکول، جامع مسجد اجین میں ایک خصوصی پروگرام تحفظ شریعت و اصلاح معاشرہ'' زیر سرپرستی مولانا حافظ محمد تقی صاحب، رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، اجین منعقد ہوا۔ اس پروگرام کی صدارت ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ، مسؤلہ ویمنس ونگ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، نے کی۔ انھوں نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ اسلام کے عائلی قوانین کی بنیاد قرآن واحادیث کے احکامات پر مشتمل ہیں۔ اسلامی شرعی قوانین بہت وسیع اور گہرے عملی پہلو رکھتے ہیں۔ اس وقت میڈیا میں طلاق کا مسئلہ بڑے زور وشور سے اٹھایا جارہا ہے اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی جارہی ہیکہ طلاق ثلاثہ کی وجہ سے مسلمان عورتوں کا بڑا حصہ پریشان ہے۔ جو بالکل جھوٹ اور دروغ گوئی پر مبنی ہے۔

انھوں نے کہا کہ اسلام میں طلاق ایک ناپسندیدہ عمل ہے۔ اگر زوجین کے درمیان نباہ نہ ہوسکے تو شدید اختلافات کی صورت میں طلاق کی اجازت مرد کو دی گئی ہے۔ اسی طرح عورت کو علیحدگی کیلئے خلع کے ذریعہ اجازت دی گئی ہے۔ ایک نشست میں تین طلاق، طلاق بدعت ہے۔ اسے ناپسند کیا گیا۔ اس کو بڑھا چڑھا کر میڈیا میں پیش کیا جارہا ہے۔ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے مقابلہ میں مسلمانوں میں طلاق کا فیصد بہت ہی کم ہے۔

اسکے علاوہ محترمہ تنویر فاطمہ صاحبہ، حیدرآباد، محترمہ ساجدہ صاحبہ اجین، محترمہ ابریقہ صاحبہ اجین نے بھی مخاطب کیا۔ خواتین وطالبات کی کثیر تعداد اس پروگرام میں شریک تھیں۔

● تعزیتی بیان

نئی دہلی: ۴/ مارچ ۲۰۱۷ء

ملک کی مایہ ناز شخصیت مفتی محمد میاں ثمر دہلوی سجادہ نشین خانقاہ مسعودیہ مظہریہ کے انتقال پر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ مفتی صاحب کی شخصیت بڑی قابل قدر اور اہم تھی، مفتی صاحب ذی علم ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب بصیرت آدمی تھے، اللہ نے آپ کو علم وفضل کے بڑے مقام پر فائز کیا تھا، آپ کے حلقہ ارادت کا دائرہ پورے ملک میں پھیلا ہوا ہے، اوران کے مریدین کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے اور سب اپنے اپنے حلقہ میں تزکیہ نفس اور اصلاح باطن کے کام میں مشغول ہیں۔

حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ وامیر شریعت بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ نے ان خیالات کا اظہار فرماتے ہوئے کہا کہ ان کی وفات ایک بڑا حادثہ ہے اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے اوراعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے، اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

ایک دوسرا بڑا سانحہ مسلم پرسنل لا بورڈ کے قدیم تاسیسی رکن جناب سید شہاب الدین صاحب سابق ایم پی کی وفات پر اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار فرماتے ہوئے ایک تعزیتی بیان میں کہا کہ ملت اسلامیہ ہندیہ اس وقت جن حالات سے دوچار ہے وہ کسی صاحب نظر سے مخفی نہیں، اور ایسے نازک موڑ پر ہمارے سید صاحب کا حادثہ وفات ملت اسلامیہ کے لئے بڑا ہی اہم حادثہ ہے، سید صاحب مسلم پرسنل لا بورڈ کی تحریک سے شروع دن سے جڑے رہے، آپ گوناگوں خوبیوں کے مالک تھے، پوری زندگی ہر دم متحرک اور ہر لمحہ ملت کی فلاح و بہبود کے لئے سرگرم رہے، بحیثیت سفیر اور سیاسی قائد کے ساتھ ساتھ آپ نے مسلم پرسنل لا بورڈ اور مسلم مجلس مشاورت کے پلیٹ فارموں سے بھی نازک ترین وقت میں بھی پوری سرگرمی کے ساتھ ملت کی خدمت انجام دی۔ ان خیالات کا اظہار جنرل سکریٹری بورڈ نے اپنے تعزیتی بیان میں فرمایا، انہوں نے آگے فرمایا کہ سید صاحب کی پوری زندگی ملت کے لئے سرگرم رہی، اور پورے تن من دھن کے ساتھ کام کرتے رہے، آج مرحوم سید صاحب کی کمی کا شدت سے احساس ہورہا ہے، اللہ تعالیٰ ان دونوں کی خدمات کو قبول فرمائے، سیئات کو حسنات میں مبدل فرمائے۔ آمین یارب العالمین

● وفیات:

ارکان بورڈ میں جناب سید شہاب الدین صاحب ۴/ مارچ ۲۰۱۷ء کو انتقال فرماگئے۔

غیر ارکان بورڈ میں جناب ای احمد صاحب سابق یونین منسٹر یکم فروری ۲۰۱۷ء کو، مفتی اعظم محمد میاں ثمر دہلوی سجادہ نشین خانقاہ مسعودیہ مظہریہ مسجد شاہی فتحپوری دہلی ۳/ مارچ ۲۰۱۷ء کو، حضرت مولانا محمد ریاست علی صاحب بجنوریؒ استاذ دارالعلوم دیوبند ۲۰/ مئی ۲۰۱۷ء کو انتقال فرماگئے۔

اللہ تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرمائے اور ان سب کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

۞۞۞